گلوبل لیکچرز

Global Lectures

Concept Series - Urdu

ڈاکٹر فقیر محمّد ہونزائی

الواعظہ رشیدہ نور محمّد ہونزائی

فہرستِ مضامین

Table of Contents

S.No.	Lectures	Page No.
1	Concept of Din	1
2	Concept of *Wasilah* (Mediation)	10
3	Concept of Wahy	21
4	The Holy Quran Challenges and Difficulties of Studying it.	33
5	The Holy Quran Ta'wil	44
6	The Holy Qur'an -Necessity of Ta'wil	57
7	The Necessity of the Continuity of Divine Guidance	72

Global Lectures Series

Lecture 01: The Concept of Din

Date: 09 January 2022

Lecture by: Dr. Baḥru’l-ʿulūm *ṣāḥib*

https://global-lectures.com/courses/concept-of-din/

یا علی مدد سب کے حضور میں۔ تو سب سے پہلے ہم خداوندِ حی و حاضر کے اسمِ مبارک سے مدد طلب کریں گے، پھر اس کے بعد لیکچر کا کام شروع ہوگا۔ (تسبیحات)۔

مومنینِ کرام! عزیز بہنو اور بھائیو! تو حضرتِ سیّد شاہ ناصرِ خسرو، جن کا مبارک نام تمام جماعت کے لئے کوئی پوشیدہ نام نہیں ہے، اُن کی تعلیمات سے ابھی تک جماعت عقلی اور روحانی لحاظ سے آگے سے آگے بڑھتی رہی ہے اور اُن کے ساتھ ساتھ ابھی اُن کی بابرکت کتابیں دُنیا میں چھپ رہی ہیں۔ وہ جماعتیں جو اُن کے نام سے آگاہ نہیں تھیں وہ بھی آگاہ ہوتی جا رہی ہیں اور یہ پاک دور جس کے بارے میں اُنہوں نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ خلیفۂ قائم کا زمانہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ جس میں قحطِ علمی، علم کی جو قحط تھی پہلے زمانے میں، بہت سے لوگ سیکھنے کے لئے کوشش کرتے تھے لیکن اُس زمانے میں کوئی اُستاد نصیب نہیں ہوتا تھا، کسی کتاب کا ملنا بہت ہی دشوار تھا لیکن آج زمانے کے ہادیٔ برحق کی نورانی تعلیم اور اُن کے نورانی پروگرام کی برکت سے آج دُنیا میں علم ہر جگہ پر پھیل گیا اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اتنے وسائل پیدا ہو گئے ہیں کہ دُنیا میں جو بھی ہستی جس قسم کا علم حاصل کرنا چاہے اُن کے لئے یہ دشواریاں ختم ہو گئیں ہیں اور کائناتی طور پر علم کا حاصل کرنا ہر ایک انسان کے لئے آسان ہو گیا ہے۔ **الحمد للہ علی منہ و احسانہ**، ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں جو بھی حالات پیدا ہوتے ہیں اُن کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک پہلو جو ہے وہ اچھا دکھائی نہیں دیتا ہے لیکن اُس سے نیچے جو حکمت پنہاں ہے اُس میں جو اچھائی ہے وہ پوشیدہ ہی رہتی ہے جس کو خیر اور شر کہتے ہیں قرآن کی زبان میں: **وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ** (۲:۲۱۶)، قرآن کی زبان میں خداوند فرماتا ہے کہ کبھی کبھار آپ کسی چیز کو نہیں چاہتے ہیں لیکن اُسی میں آپ کی بھلائی ہے لیکن کبھی کبھار آپ کسی چیز کو بہت چاہتے ہیں اُس میں تمہارے لئے بُرائی ہے۔ تو یہ خداوند کی اپنی مصلحت ہے۔ اِس زمانے میں جو بہت بڑا امتحان آ گیا ہے یہ وائرس کا امتحان، تو ہر چند کہ ظاہری طور پر اِس سے انسانیت کو بہت کچھ نقصان ہوا ہے لیکن اِس کے اندر ایک ہمارے لئے بہت ہی بھلائی نظر آ رہی ہے۔ یہ بھلائی یہ کہ جہاں کہیں بھی جماعتیں ہیں مل کر مولا کا نام لیتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، فکر کرتے ہیں اور جماعتیں مل کر جو ہے علم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہاں مغرب میں اِس طرح ہو رہا ہے، ممکن ہے اور اُمید ہے کہ دوسری جگہوں پر بھی یہ کام ہوتا ہوگا اور اِسی سلسلے میں ہماری یہ ایک عاجزانہ کوشش ہے اور جو بھی اِس میں شرکت کرنے والے مومنین و مومنات ہیں سب سے درخواست ہے کہ اِس پاک دین کو سمجھنے کے لئے ہم جو عاجزانہ کوشش کریں گے مولا اُس میں برکت دے اور ہم اپنے دین کو اچھی طرح سے سمجھ سکیں۔

مومنین ومومنات! آپ کو علم ہے کہ تاریخ میں مولا کا جو مقدس دین ہے، جو خدا کا دین ہے، پیغمبروں کا دین ہے، اماموں کا دین ہے، عارفوں اور عاشقوں اور مومنینِ صادقین کا دین ہے، اُس کے اوپر بہت کچھ ظلم ہوتا رہا ہے۔ اِس کو بہت ہی خراب صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مولا کے فضل سے وہ زمانہ ابھی تقریباً ختم ہوگیا ہے۔ جہاں پر بھی دانشمند ہیں اِس پاک دین کی قدر کرتے ہیں لیکن پھر بھی کچھ عناصر ابھی تک باقی ہیں اور ان شاء اللہ اگر ہم اپنے دین کو بہت ہی آہستہ عقلی انداز میں، منطقی انداز میں، قرآن اور حدیث سے دلائل کے ساتھ دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کریں گے، تو یقیناً جو باقی ماندہ عناصر ہیں وہ بھی سمجھنے کے قابل ہوجائیں گے اور اِس سلسلے میں ہماری عاجزانہ کوشش یہ ہوگی کہ دینِ اسلام کے اندر وہ چیز جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، وہ کتاب، وہ آسمانی کتاب، جس پر تمام مسلمان برادری کا اتفاق ہے وہ قرآنِ کریم ہے اور اُس کے بعد احادیثِ نبوی۔ اُن میں سے جو صحیح احادیث ہیں اور احادیث میں سے بھی کچھ احادیث ایسے ہیں جن پر تمام مسلمان برادری کا اتفاق ہے۔ اُن احادیث کو متفقہ، یعنی وہ ایسی احادیث ہیں جو سُنّی برادری ہو، شیعہ برادری ہو سب کا اُس پر اتفاق ہے۔ یہ احادیث بہت ہی ضروری ہیں کیونکہ ان کو تمام دُنیائے اسلام مانتی ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ اسلام میں جو الگ الگ فرقے ہوگئے ہیں اور اُن کی الگ الگ تفسیرات ہیں ہمارے نزدیک قرآنِ کریم کو سمجھنے کا واحد وسیلہ زمانے کا امام ہے، ہادیٔ برحق، قرآن کو صرف امام کے ذریعے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اِس لئے کہ قرآنِ کریم میں خداوند نے فرمایا ہے کہ قرآن کو جاننے والے **راسخون فی العلم** ہی ہیں خدا کے بعد۔ وہ ائمّہ طاہرین ہیں، ائمّہ اہلِ بیت ہیں جن کے بارے میں پیغمبر نے فرمایا: **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھل بیتی**۔ دُنیا سے جانے کے بعد مَیں اُمّت کے درمیان ہدایت کی خاطر اور گمراہی سے بچانے کے لئے دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں اور ایک تو خدا کی کتاب ہے، اُس کے ساتھ ساتھ میری اہلِ بیت ہے، میری عترت ہے۔ پیغمبر نے فرمایا اگر آپ اِن دونوں کو مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی بھی آپ گمراہ نہیں ہوجاؤ گے۔ یہ بھی مُتَّفَقْ عَلَیْہِ احادیث میں سے ہے۔ پھر ائمّہ طاہرین کی جو ہدایات ہمارے داعیوں کو ملی ہے، بزرگانِ دین کو ملی ہے اور ہمارے اپنے زمانے میں ہادیٔ برحق نے جن نیک بخت دعوت دینے والی روحوں کی کتابوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اُن کی کتابیں وسیع پیمانے پر جماعت میں پھیلائی جائیں، اُن کتابوں سے اِس مختصر Course میں حوالے دینے کی کوشش کی جائے گی۔ اِس کے ساتھ ساتھ مولانا حاضر امامؑ نے کئی ایک فرامین میں فرمایا ہے کہ مولانا مرتضیٰ علیؑ کے زمانے سے، مولانا مرتضیٰ علیؑ کے زمانے سے ہمارے پاک مذہب میں عقل کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ خدا نے اپنی کتاب صرف اُن لوگوں کے لئے بھیجی ہے جو سمجھنے کے قابل تھے، جو حق اور باطل میں فرق کرنے کے قابل تھے۔ تو اِس لئے دینِ اسلام میں، اور خاص کر دینِ اسلام میں جو باطنی پہلو ہے، جو روحانی پہلو ہے اُس میں عقل کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ عقل کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے آپ میں سے جو حضرات کتابِ وجہِ دین سے آگاہ ہیں اُس کے پہلے باب میں دیکھیں کہ پیر ناصرِ خسرو فرماتے ہیں کہ خدا نے انسان کو تمام حیوانوں سے ممتاز کردیا، سب سے برگزیدہ کردیا اور انسان کو دوسری تمام مخلوقات کا بادشاہ بنایا، لیکن کس بنیاد پر؟ اِس بنیاد پر کہ خدا نے اُس کو عقل سے، عقلِ غریزی سے نوازا۔ عقلِ غریزی ایک ایسی طاقت ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان علم حاصل کرسکتا ہے اور اُس کو جذب کرسکتا ہے، جن کے اندر عقلِ غریزی نہ ہو یعنی پیدائشی طور پر

عقل نہ ہو اُن کو علم سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ چونکہ تمام انسانوں کو عقل دی گئی ہے لیکن یہ عقل شروع میں کمزور ہے۔ عقل کی تربیت کے لئے دُنیا میں خداوند نے اپنا مظہر، اپنا مظہر، یعنی زمانے کا امام دُنیا میں مقرر کیا ہے اور اِس مظہر کی عقل کامل ہے، مکمل ہے، عقلِ کُلّ ہے اور باقی لوگوں کی عقل، عقلِ جزوی ہے۔ تو اِس لئے دین کا علم ہو یا دُنیا کا علم ہو، اُس کو سمجھنے کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور اِس لئے یہاں پر ہماری یہ کوشش ہوگی کہ جو بھی یہاں ہم عرض کرنے کی کوشش کریں گے وہ قرآنِ کریم، احادیثِ نبوی، اماموں کے فرامین، بزرگانِ دین کے جو اقوال ہیں اُن کو عقل کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اُس کو شرکت کرنے والوں سے درخواست ہے کہ اچھی طرح سے سُن لیں۔ اگر کوئی ایسی بات ہو جو عقل کے موافق نہ ہو تو مہربانی فرما کر آپ ایک E-mail کے ذریعے سے سوال کیجئے تو کبھی کبھار بولنے میں چیزیں رہ جاتی ہیں۔ اگر آپ ایسی بات کی طرف توجہ دلائیں تو دوبارہ ہم کتابوں میں Check کر کے اُس کی وضاحت کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ عاجزانہ آپ سے درخواست ہے اور آپ جانتے ہیں کہ جس طرح میں نے گزارش کی کہ تمام چیزوں کا لبِ لباب، خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں علم کا سرچشمہ زمانے کا امام ہے۔ علم کا سرچشمہ امامِ زمان ہے، اِس لئے کہ پیغمبر نے فرمایا تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور مرتضیٰ علی اُس کا دروازہ ہیں۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور مرتضیٰ علی اُس کا دروازہ ہیں۔ یہ دو حدیثیں بہت ہی اہم ہیں: **انا مدینة العلم و علی بابها**[۱]۔۔۔ **انا دار الحکمة و علی بابها**[۲]۔

اب ہم دین کے بارے میں جو ابھی آپ نے سنا، سب سے پہلے دین کے بارے میں ہم سمجھنے کی کوشش کریں۔ قربان جائیں آپ سب سے کہ دین ایک عربی لفظ ہے۔ عربی ادب میں اِس کے بہت سارے معانی ہیں، تقریباً ۲۰ سے بھی اوپر اِس کے الگ الگ معانی ہیں لیکن ہم جو سمجھنے کی کوشش کریں گے وہ پورے عربی ادب میں ہمیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہدایت کا سرچشمہ قرآنِ کریم ہے، اِس لئے قرآنِ کریم میں دین کے بارے میں جو خاص خاص باتیں ہیں اور جس طرح قرآنِ کریم میں دین کی تعریف کی گئی ہے اُس کو سمجھنے کی ہم کوشش کریں گے۔ تو قربان جائیں سب سے پہلے قرآنِ کریم میں دین کے بارے میں دو بہت ہی ضروری آیات ہیں۔ ایک آیت سورۂ روم میں ہے جس کا نمبر ۳۰ ہے، سورے کا نمبر بھی ۳۰ ہے اور ساتھ ساتھ آیت کا نمبر بھی ۳۰ ہے اور دوسری آیت جو ہے سورہ نمبر ۳ ہے اور آیت نمبر ۱۹ ہے۔ تو پہلے ہم اِن دو آیتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

تو سب سے پہلے جب ہم کہتے ہیں خدا کا دین، خدا کا دین جب ہم کہیں تو ہمارے ذہن میں کوئی تصوّر پیدا نہیں ہوگا۔ اِس کو Abstract کہتے ہیں، مجرد تصوّرات کہتے ہیں۔ جب تک جسمانی عالم سے کوئی مثال نہ ہو تو پھر جو مجرد تصوّرات ہیں، Abstract Ideas جن کو English میں کہتے ہیں اُن کا سمجھنا بہت ہی دشوار ہے۔ اِس لئے خدا نے اپنے دین کو آسان کرنے کے لئے دُنیا سے مثالیں دیں ہیں تا کہ ہم دُنیا سے مثالیں سمجھیں اور اُن کی بنیاد پر دین کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تو یہ جو آیت ہے سورہ نمبر ۳۰ اور آیت نمبر ۳۰ اِس میں خداوند فرماتے ہیں:

فَأَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ (۳۰:۳۰) تم اپنے چہرے کو دین کی طرف سیدھا کرو، خدا کے دین کی طرف سیدھا کرو۔ ابھی خدا جو ہے اِس کی مزید وضاحت کر رہے ہیں کہ خدا کا دین ہے کیا؟

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (۳۰:۳۰) خدا کا دین جو ہے وہ خدا کی فطرت ہے۔ اب فطرت بھی بہت ہی مشکل چیز ہے کہ خدا کی کیا فطرت ہوسکتی ہے؟ خدا اپنی فطرت کو سمجھانے کے لئے انسان کی مثال دیتا ہے۔

فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (۳۰:۳۰) یعنی خدا کا دین جو ہے اُس کی فطرت ہے اور اُس کی فطرت کا نمونہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں خدا کی فطرت کا نمونہ انسان ہے، یعنی خدا نے اپنی فطرت کے مطابق انسان کو بنایا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ انسان کی فطرت ایک جامد چیز ہے، ساکن چیز ہے یا اُس کے اندر فطرت میں حرکت جو ہے وہ جاری ہے۔ اِس کو English میں Dynamic اور Static کہتے ہیں۔ Static وہ چیز ہے جو اپنی جگہ سے ہلتی نہیں ہے، نہ اُس میں کوئی تبدیلی ہے اور Dynamic ایک ایسی چیز ہے کہ اُس کے اندر ہمیشہ حرکت ہے اور ترقی کرتی جا رہی ہے۔ تو قربان جائیں دین کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان انسان کا مطالعہ کرے، پھر انسان کی ترقی کس طرح ہوتی ہے، اُس کے پیدائش سے آخری عمر تک، نوے، سو سال تک وہ انسان کس طرح گزرتا ہے، کتنی تبدیلیاں اُس کے اندر آتی ہیں۔ تو سب سے پہلے جب بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اُس کی خوراک کی کیا نوعیت ہے؟ اگر کوئی نادان ماں یہ سمجھ کر کہ میرا بچہ ذرا جلدی بڑا ہو جائے، دودھ کے ساتھ پستہ یا ایسی دوسری کوئی ضخیم چیز پیس کر اُس کے ساتھ ملا کر پلانے کی کوشش کرے تو بچے کا کیا حشر ہوگا؟ بچہ اُس کو ہضم نہیں کر سکے گا بلکہ بعض صورتوں میں اُس کی جان جانے کا بھی خطرہ ہے۔ اُس کے برعکس اگر کوئی یہ سمجھے کہ چونکہ بچے نے شروع میں دودھ ہی پیا ہے تو جوانی کی صورت میں بھی اُس کو دودھ پیتا ہی رہنا چاہئے، آپ اندازہ کیجئے کہ اِس Logic کے کیا معنی ہوں گے۔

دُنیا میں دین کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ کے یہاں دین میں ہمیشہ حرکت ہوتی ہے، تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور کچھ کے یہاں دین میں ٹس سے مس ہونے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ چونکہ شروع میں پیغمبر نے یہ تعلیم دی تھی چودہ سو سال کے بعد بھی اُس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آسکتی ہے۔ تو یہ Logic جو ہے اُس کے اندر یہ معنی ہوں گے، چونکہ بچے نے شروع میں دودھ پیا تھا ابھی جوانی اور بڑھاپے میں بھی دودھ ہی پینا چاہئے۔ اگر دودھ ہی پیتا جائے تو اُس کا جسم کس طرح بنے گا وغیرہ وغیرہ۔ تو اِس لئے حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اِس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب، امام فرماتا ہے، اسلام میں وہ مذہب جن کی تعلیم اماموں نے دی، جن کی تاویل اماموں نے کی، اُس کے بارے میں مولا فرماتے ہیں ہمارے یہاں جو اسلام ہے، جو خدا کا دین ہے اُس کی Nature کیا ہے، اُس کی خصوصیات کیا ہیں؟ مولا فرماتے ہیں:

"Our religion is like that of a man who gets photographed every ten years. Each time the image is different but the man is the same. He will not look the same at ninety as he looked at ten. Similarly the fundamental principle of our religion remains the same but outer form changes".[۳]

مولا نے خود یہاں انسان کی مثال دی اور فرماتے ہیں کہ ایک بچہ جو ہے وہ بڑا ہو گیا اور دس سال کی عمر میں اُس نے ایک Photo

لیا اور پھر یہ Photo لیتا جائے گا دس دس سال کے بعد اور یہاں تک کہ نوے سال تک پہنچ جائے تو مولا فرماتے ہیں کہ دونوں Photo میں کتنا فرق ہوگا۔ دس سال کی عمر میں جو تصویر ہوگی اور نوے سال کی عمر میں جو تصویر ہوگی دونوں میں بہت بڑا فرق ہوگا لیکن اِس کے باوجود جو شخص ہے وہ شخص ایک ہی ہے۔ اِسی شخص کے اندر یہ تبدیلی دُنیا میں جاری رہتی ہے۔ تو اِسی سلسلے میں پیغمبر نے بہت ہی ایک اہم حدیث فرمائی ہے۔ اِس حدیث کے بارے میں آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ حضرات میں سے جنہوں نے حدیث کا کچھ اگر علم حاصل کیا ہے تو اُن میں سے ہماری سُنّی برادری کے یہاں حدیث کی چھ بڑی کتابیں ہیں جن کو صحاح کہتے ہیں، اُن میں سے ایک جو ہے ترمذی کے نام سے مشہور ہے، جامع ترمذی۔ اُس کے اندر یہ حدیث ہے اور اِس حدیث کو دُنیائے اسلام میں سیّد امیر علی کے نام سے ایک مشہور شخص گزرے ہیں، اُنہوں نے English میں بہت ساری کتابیں لکھیں اسلام پر۔ اُن میں سے ایک کتاب کا نام ہے Spirit of Islam جو رُوحِ اسلام کے نام سے ترجمہ اُردو میں ہو چکا ہے۔ اُس کے اندر ایک حدیث بیان فرماتے ہیں کہ پیغمبر نے کیا فرمایا، پیغمبر فرماتے ہیں:

اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ = یعنی اُمّت سے خطاب فرماتے ہیں کہ تم ایک ایسے وقت میں ہو، یعنی میرے اپنے وقت میں، پیغمبر اپنے وقت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ تم ایک ایسے وقت میں ہو، مَنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ = تم آج ایک ایسے وقت میں ہو کہ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے، کرنے اور نہ کرنے کے لئے، جو احکام میں نے آپ کو دئے ہیں آج اوامر و نواہی کی، اوامر امر کی جمع ہے اور نواہی نہی کی جمع ہے، یعنی کام کرنا یہ دو صورتوں میں ہے۔ کچھ کام کرنے کے ہوتے ہیں، کچھ نہ کرنے کے ہوتے ہیں، تو ملا کر اِن کو احکام کہا جاتا ہے۔ تو پیغمبر فرماتے ہیں کہ میں نے جو احکام آج آپ کو دئے ہیں اُن میں سے اگر آپ نے دس فیصد بھی چھوڑ دیا، سو میں سے دس کو چھوڑ دیا، **ھلک** = تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر فرماتے ہیں: **ثُمَّ یَاتِیْ زَمَانٌ** = اُس کے بعد ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے، **مَنْ عَمِلَ مِنْھُمْ بِعُشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ نَجَا** = بعد میں ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ اُس زمانے میں جو لوگ ہوں گے وہ لوگ نوے کو چھوڑ کر، سو میں سے نوے کو چھوڑ کر دس فیصد پر بھی عمل کریں تو اُن کو نجات مل جائے گی۔ [۴]

مومنینِ کرام یہ حدیث جو ہے کافی مشکل حدیث ہے سمجھنے کے لئے۔ تو ایسا تو نہیں ہوگا کہ دین میں نوے فیصد چھوڑ کر دس پر عمل کریں اُن کو نجات ملے حالانکہ اسلام کی جتنی زیادہ ترقی ہوگی تو اُس کے اندر کام بھی زیادہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اِس کے اندر حکمت یہ ہے کہ دینِ اسلام میں پیغمبر نے منازل رکھے ہیں، Stages رکھے ہیں۔ اوّل شریعت کا Stage ہے، اُس کے بعد طریقت کا Stage ہے، اُس کے بعد حقیقت کا Stage ہے اور آخری درجہ جو ہے معرفت کا ہے۔ اِس میں دین کی کوئی بات چھوڑنے کی بات نہیں ہے بلکہ دین میں تبدیلی آتی ہے۔ آپ ظاہری دُنیا میں دیکھیں، موسمِ بہار جب آتا ہے، سب سے پہلے درختوں پر شگوفے پیدا ہوتے ہیں، کلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ابھی وقت آنے پر وہ کلی پھول میں بدل جاتی ہے، پھر پھول وقت آنے پر کچے میوے میں بدل جاتا ہے، پھر کچا میوہ پکے میوے میں بدل جاتا ہے۔ اُس کے اندر گٹھلی پیدا ہوتی ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ اِس میں حقیقت میں کوئی چیز چھوڑی نہیں گئی ہے بلکہ جو کلیاں ہیں وہ پھول کے اندر جذب ہو گئیں ہیں لیکن صرف شکل بدل گئی ہے اور پھول کے اندر جو طاقت ہے وہ کچے میوے میں بدل

گئی ہے اور کچا میوہ پکے میوے میں بدل گیا ہے۔صرف ظاہری شکل بدل جاتی ہے، باطنی جو معانی ہیں اُس لحاظ سے بلکہ زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ابھی جو معرفت تک پہنچا ہے اُس کے اندر خود بخود شریعت بھی ہے، طریقت بھی ہے، حقیقت بھی ہے، معرفت بھی ہے لیکن جو صرف کلی کے مرتبے پر رہے، شگوفے کے مرتبے پر رہے اُس کو نہ پھول بننا نصیب ہوگا، نہ کچا میوہ بننا نصیب ہوگا اور نہ پکا۔اسی طرح جو شریعت کے Level پر رہتا ہے اُس کو طریقت کی تعلیمات کا علم نہیں ہوگا، حقیقت کی تعلیمات کا علم نہیں ہوگا، معرفت کی تعلیمات کا علم نہیں ہوگا۔اصل بات یہاں پر یہ ہے کہ ظاہری صورت جو ہے بدل جاتی ہے لیکن اندر جو حقیقت ہے وہ آپ جانتے ہیں کہ دس سال کی عمر میں جو Picture تھا، تصویر تھا نوے سال تک جو انسان پہنچا ہے اُس کے اندر کتنا علم ہوگا، کتنا تجربہ ہوگا، کیا کچھ نہیں جانتا ہوگا اور اُس کے مقابلے میں بیچارہ جو دس سال کا ہے یا اُس سے کم سال کا ہے اُس کے پاس کیا Knowledge ہو سکتا ہے۔تو یہی ہے حکمت کہ اُس کے اندر جب پیغمبر نے فرمایا آج تم ایک ایسے وقت میں ہو کہ سو میں سے اگر دس فیصد بھی آپ نے چھوڑ دیا تو آپ ہلاک ہو جائیں گے۔شروع میں شریعت پر بڑی سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔پھر وقت آنے پر طریقت کی بات آتی ہے، پھر وقت آنے پر حقیقت ہے اور معرفت ہے۔تو یہ ہے Dynamism، یہ ہے حرکت کہ اسلام کے اندر ہمیشہ حرکت ہے۔

تو پہلا پہلو یہ ہے کہ دینِ اسلام قرآنِ حکیم کی روشنی میں کوئی ایک جامد چیز نہیں ہے، کوئی ساکت اور ساکن چیز نہیں ہے بلکہ اِس کے اندر ہمیشہ ترقی کے لئے راستہ جو ہے وہ کھلا ہی ہے۔دوسرا جو معنی ہیں، ان شاء اللہ آج ہم تھوڑا سا جلدی ہوگا لیکن Future میں اتنا لمبا نہیں جائے گا۔دوسرے جو معنی ہیں جو میں نے ذکر کیا وہ اسلام کی جو تعلیمات ہیں تو اِن تعلیمات کا طریقہ کیا ہے؟ تعلیمات جو ہیں وہ کس طرح آگے بڑھ سکتی ہیں؟ تو خدا نے جو دوسرے معنی دئے ہیں:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (۱۹:۳)

جس کو دین کہا جاتا ہے خدا کے یہاں اِس کا نام اسلام ہے۔تو اسلام کے معنی سپرد کرنا، حوالہ کرنا، اور کچھ حضرات جنہوں نے English میں کتابیں لکھیں ہیں کچھ اِس طرح ترجمہ کرتے ہیں "Submission to will of Allah" لیکن مومنین و مومنات خدا نے اِس طرح نہیں فرمایا ہے "Submission to will of Allah"، اِس طرح خدا نے نہیں فرمایا ہے۔قرآنِ کریم کی آپ تعلیم دیکھیں کہ خدا کی نسبت سے عبادت ہے، اطاعت ہے، جو کچھ بھی ہے، براہِ راست نہیں، بالواسطہ ہے۔English میں کہتے ہیں Directly and Indirectly، خدا کی معرفت ہے، خدا کی اطاعت ہے، خدا کی عبادت ہے۔جس چیز کا بھی خدا سے تعلق ہے وہ براہِ راست نہیں، Directly نہیں، عوام کے لئے، وہ Indirect ہے، کسی واسطہ اور وسیلے کے ذریعے سے ہے۔براہِ راست واسطہ خدا کے ساتھ صرف انبیاء کا ہے، ائمّہ طاہرین کا ہے، باقی لوگوں کا نہیں ہے، باقی کے لئے واسطہ کی ضرورت ہے۔تو اِس لئے جو دینِ اسلام جسے کہتے ہیں اُس کے اندر خدا جو فرماتا ہے کہ دین جو ہے اُس کا اصل معنی اسلام ہے، سپرد کرنا ہے، حوالہ کرنا ہے لیکن کس کے لئے؟ جس کو خدا نے اپنا مظہر بنایا ہے، جس کو خدا نے اپنا خلیفہ بنایا ہے، جس کو خدا نے اپنا حجاب بنایا ہے، اُس کو چھوڑ کر کسی اور طریقے سے کوئی عبادت بندگی کرنے کی کوشش کرے تو خدا کے حضور میں کبھی وہ بندگی قبول نہیں ہوگی۔جب پیغمبر کا زمانہ ہے تو اُس میں پیغمبر اُس کا مظہر ہے۔اب

خداوند قرآنِ کریم میں کیا فرماتا ہے؟ یہ سورہ نمبر ۴ ہے اور آیت نمبر ۸۰ ہے۔ خدا کی اطاعت اگر کرنی ہے تو وہ کس طرح اطاعت ہوسکتی ہے؟ تو خدا کی اطاعت کے لئے شرط یہ ہے:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہ (۸۰:۴)

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡل = اور جو رسول کی اطاعت کرے، وہی رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہوگی کیونکہ رسول اپنی مرضی سے رسول نہیں بنا ہے۔ رسول کو خدا نے رسول بنایا ہے کہ لوگ اُس کی اطاعت کریں، اُس کی فرمانبرداری کریں خدا کے حکم کے مطابق تو وہی اطاعت خدا کی ہوگی۔ تو اِس لئے خدا کی اطاعت، خدا کی بندگی جو کچھ بھی ہے یہ براہِ راست نہیں ہے، یہ بالواسطہ ہے۔ جس طرح اور جگہ پر خدا فرماتے ہیں:

وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ (۳۵:۵)

خدا تک پہنچنے کے لئے آپ وسیلہ کو ڈھونڈو۔

وہ وسیلہ پیغمبر کے زمانے میں پیغمبر ہی ہیں اور پیغمبر کے بعد اُس کا جانشین جو ہے وہ وسیلہ ہے۔ اِس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہماری مقدس دُعا میں وسیلے کا ذکر ہے۔ ہاں، تیسرے پارٹ میں وسیلے کا ذکر ہے۔

توسلوا عندالمصائب = یہ 'توسلوا' میں وسیلہ ڈھونڈنے کی بات ہے۔ تو قربان جائیں اِس لئے اسلام کے دوسرے بنیادی معنی جو ہیں وہ خدا کے لئے Submit کرنا ہے، اپنے آپ کو اُس کے حوالے کرنا ہے لیکن براہِ راست ممکن نہیں۔ خدا کے لئے، خدا تک رسائی جو ہے براہِ راست جس طرح میں نے عرض کیا، انبیائے کرام کا ہے اور ائمۂ طاہرین کا ہے، باقی اُمّت کے جو حضرات ہیں اُن کے لئے اُن کے وسیلہ سے خدا کی قربت اور نزدیکی حاصل ہوسکتی ہے۔ تو اِس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ یہ آیت بھی ہماری دُعا میں ہے، دوسرے پارٹ میں ہے:

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُم (۵۹:۴)۔

بات جو ہے بہت سیدھی ہے۔ اگر صرف خدا ہی کی اطاعت منظور ہوتی براہِ راست تو پھر اَطِیۡعُوا اللّٰہ ہی کہنا کافی تھا، اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡل کہنے کی بھی ضرورت نہیں تھی، لیکن اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡل خدا نے فرمایا، لیکن پیغمبر جسمانی طور پر ہمیشہ رہنے والے تو نہیں ہیں نا۔ تو اِس لئے خدا کی یہ رحمت ہمیشہ کے لئے جاری وساری رہنی چاہئے۔ خدا کی خدائی میں کس قدرت کی کمی ہے، کس رحمت کی کمی ہے، کس علم کی کمی ہے کہ ایک وقت کے لئے تو خدا ایک ہادی مقرر کرے اور دوسرا زمانہ جو ہادی سے بالکل خالی خولی ہو اور لوگ بھٹکتے پھریں، یہ خدا کی طرف سے پیر ناصر فرماتے ہیں یہ بخل ہوگا اور سخاوت نہیں ہوگی اُس کی طرف سے لیکن چونکہ وہ سخی الاسخیا ہے، اُس کی رحمت میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے۔ تو اِس لئے اِس سلسلے میں بھی پھر حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام چونکہ دورِ قیامت کے عظیم امام تھے اور جتنی لمبی امامت اُس پاک جامے میں مولانے کی ہے تو اُس سے پہلے کسی امام نے اتنی لمبی امامت کبھی نہیں کی تھی۔ اِس لئے اُس کے مقدس فرامین جو ہیں ہر میدان میں ہمارے سامنے ہیں اور یقیناً مولانا حاضر امام کے بھی ایسے ہی ارشادات ہیں اور اُس میں مولا کیا فرماتے ہیں

اولی الامر کے بارے میں؟ اولی الامر سے مومنین ومومنات کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟ کیا فیض ہے؟ کیا ہدایت ہے؟ اُس کے بغیر اسلام کا کیا حشر ہوگا لیکن اُن کے ہوتے ہوئے اسلام کس طرح آگے ترقی کرتا ہے؟ اِس سلسلے میں مولا فرماتے ہیں:

"By the institution of the Ulu'l-Amr - who can be interpreted as Imam and Caliph - and by placing obedience to Ulu'l-Amr immediately after that to God and Prophet, he ensured that the Faith would ever remain living, extending, developing with science, knowledge, art, and industry".[۵]

مولا کیا فرماتے ہیں؟ خدا نے اِس آیت کے اندر:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ (۵۹:۴)

فرماتے ہیں کہ اپنی اطاعت، اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اولی الامر کی اطاعت جب خدا نے فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اولی الامر ہمیشہ دُنیا میں رہنے والا ہے، ہدایت کرنے والا ہے اور اُن کے ذریعے سے جو ہے اسلام جو ہے پھلتا پھولتا رہے گا ہر صورت میں۔ سائنس ہو، Industry ہو، صنعت ہو، دوسری تمام چیزوں میں چونکہ اسلام کے اندر اولی الامر ہمیشہ حاضر اور ناظر ہے اور کس زمانے میں کس چیز میں تبدیلی لانی ہے، وہ اولی الامر ہی بتائے گا۔ اوپر جو حدیث میں نے ذکر کیا کہ تم ایک ایسے وقت میں ہو تم نے دس Percent چھوڑ دیا تو ہلاک۔ تو یہ دس Percent اور سو Percent کی بات جو ہے اِن کا فیصلہ کون کرے گا؟ یہ فیصلہ کرنے والا پیغمبر اپنے زمانے میں خود کرتے تھے، اُس کے بعد پیغمبر نے اپنی عترت پر چھوڑ دیا، امام پر چھوڑ دیا تاکہ وہ فرماتے ہیں یہ کرنا ہے، یہ نہیں کرنا ہے اور کون سی چیز کب چھوڑنی ہے اُس کے بغیر اسلام میں توحید کا تصوّر کہاں باقی رہ سکتا ہے؟ اسلام کے صحیح تصوّر کے، توحید کے تصوّر کے لئے پیغمبر کے بعد، خدا کی اطاعت جو پیغمبر کے ذریعے سے ہوتی تھی، پیغمبر کے بعد اولی الامر کے ذریعے سے بندگی ہوتی رہے گی اور اسی بنیاد پر جو ہے اسلام کے اندر توحید کا جو تصوّر ہے وہ رہ سکتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اسلام کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی کسی قسم کی ترقی کے لئے تو اِس لئے آپ نے دیکھا کہ اسلام کے اندر دو ضروری باتوں کا آج ہم ذکر کر رہے ہیں۔ ایک تو اسلام جو دینِ اسلام ہے وہ خدا کی فطرت ہے اور خدا کی فطرت کا بہترین نمونہ حضرتِ انسان ہی ہے۔ اِس کے بعد جو ہے اسلام میں خدا کے جو احکام ہیں وہ کس طرح کرنے چاہئے، کس کے ذریعے سے یہ ان کو ملنے چاہئے اُمّت کے لئے۔ تو اِس میں جو ہے وہ خدا کی اطاعت ضروری بات ہے لیکن خدا کی اطاعت براہِ راست نہیں، خدا کی اطاعت بالواسطہ ہے اور یہ اطاعت پیغمبر کے زمانے میں پیغمبر کے ذریعے اور پیغمبر کے بعد جو دُنیا میں اُس کی عترت ہے جو زمانے کا ہادیٔ برحق ہے اُس کے ذریعے سے یہ تعلیمات اُمّت کے لئے ملتی رہیں گی۔ الحمدللہ آج جن کے پاس آپ دیکھ رہے ہیں یہاں پر ہادیٔ برحق ہے اُن کے لئے دین میں، دُنیا میں کسی چیز کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہر قسم کی اُس کے اندر ترقی ہے خواہ سائنس ہے، فلسفہ ہے، کوئی بھی چیز ہے اُس کی ہدایت کی روشنی میں ہم پڑھتے ہیں تو ہدایت کے مطابق ہے اُس کو لیتے ہیں تو جہاں اُس کی ہدایت کے مطابق نہیں اُس کو ہم چھوڑ دیتے ہیں تو اِس لئے یہاں الحمدللہ مولا کی نورانی تائید ہے، اُس کی پاک ہدایت ہے اور یہاں

ہمارے اماموں نے کس طرح اسلام سمجھایا ہے اِس کے یہی معنی ہیں۔نور مولانا سلطان محمد شاہ نے جو فرمایا کہ ہمارا Faith جو ہے Dynamic ہے،Static نہیں ہے۔

الحمدللہ علیٰ منہ واحسانہ، یہ فی الحال آج کے لئے کچھ الفاظ اِس طرح ہیں اور مولا کرے گا ان شاءاللہ اِس کو ہم جاری رکھیں گے اور بہت سارے مضامین ہیں۔مولا سب کو عالی ہمتی دے، شرکت کرنے، خود سمجھنے، اور دوسرے بھائی بہنوں کو سمجھانے کے لئے۔آمین، یا ربّ العلمین۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 4th September, 2022.

حواشی

[۱]: ڈاکٹر فقیر محمد ہونزائی اور رشیدہ نور محمد ہونزائی، اہل البیت الاطہار فی الاحادیث النبویۃ (کراچی، ۲۰۲۰ء)، صص ۱۳۔۱۴

[۲]: ایضاً، ص ۱۳

[۳]: ارشادِ حضرت امام سلطان محمد شاہ، ماخوذ از کتاب: A Tract on Ginan Party، ص C-15

[۴]: سید امیر علی، The Spirit of Islam (لندن، ۱۹۵۳ء)، ص ۱۸۳؛ اردو ترجمہ: روحِ اسلام، مترجم: محمد ہادی حسین (لاہور، ۱۹۹۹ء)، صص ۳۰۵۔۳۰۶

[۵]: اقتباس از "Foreword" تحریر کردہ حضرت امام سلطان محمد شاہ، ماخوذ از کتاب: Muhammad - A Mercy to all the Nations، از الحاج قاسم علی (لندن، ۱۹۳۷ء)، ص ۱۴

Global Lectures Series

Lecture 02: The Concept of Mediation

Date: 23 January 2022

Lecture by: Dr. Baḥru'l-ʿulūm *ṣāḥib*

https://global-lectures/courses/concept-of-mediation/

عزیز بہنو اور بھائیو! سب کی خدمت میں جان و دل سے یا علی مدد قبول ہو۔ الحمدللہ، الحمدللہ آپ نے گزشتہ دو جو جلسے ہوئے اُس میں آپ نے دیکھ لیا کہ خدا کا دین خدا کی فطرت ہی ہے اور خدا کی فطرت کا بہترین نمونہ حضرتِ انسان ہے اور حضرتِ انسان کو دیکھا جائے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے درجات سے گزرتا جا رہا ہے۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک انسان کی کس طرح ترقی ہوتی ہے ظاہری قوت میں، علم میں، معرفت میں۔ ہر چیز جو ہے وہ Static نہیں ہے، جامد نہیں ہے، ایک جگہ پر ٹھہری ہوئی حقیقت نہیں ہے۔ خدا کا سب سے بہترین نمونہ جو ہے اُس کے اندر زندگی ہے، حیات ہے۔ کہتے ہیں جس میں زندگی ہوتی ہے اُس میں ہمیشہ حرکت ہوتی ہے اور جہاں حرکت ختم ہوتی ہے اُس کے اندر کوئی زندگی ہی باقی نہیں رہتی ہے۔ خدا کا جو دین ہے وہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی وقت جو ہے وہ Dead ہو جائے؟ اُس کے اندر کوئی حس نہ ہو، کوئی حرکت نہ ہو، ایسی بات نہیں ہے بلکہ خدا سے جو بھی چیز منسوب ہے اُس کے اندر عقل اور رُوح یعنی حرکت کرنے والی دو چیزیں جو ہیں اُن کے اندر بدرجۂ کمال اُس کے اندر یہ پایا جاتا ہے۔

تو اِسی سلسلے میں آج ہمارے سامنے جو Subject ہے وہ وسیلہ کی ضرورت۔ تو وسیلہ عربی زبان میں دو شخصوں کو یا دو چیزوں کو یا دو ملکوں میں ملانے کا جو Source ہوتا ہے، جو ذریعہ ہوتا ہے اُس کو وسیلہ کہتے ہیں۔ اِس کا دوسرا لفظ واسطہ بھی ہے اور تیسرا لفظ ذریعہ ہے۔ تو وسیلہ سے وسائل ہے، ذریعہ سے ذرائع ہے اور واسطہ سے وسائط ہے۔ تو یہ Synonyms ہیں، مترادفات ہیں تو کوئی ایک لفظ ہوتے ہیں، اُن سب کے معانی جو ہیں وہ ایک ہی ہوتے ہیں۔ تو آج جس وسیلے کی ہم بات کرتے ہیں اُس وسیلے سے مراد ہے کہ حضرتِ ربّ العزت اور اُس نے انسان کو جو بنایا ہے اپنی صورت پر، اپنی صورتِ ایزدی، اپنی خداوندی صورت پر حضرتِ انسان کو جو بنایا ہے کہ اُس کے درمیان یا اُن دونوں کے درمیان کیا رشتہ ہے تو اِس رشتے کے سلسلے میں آج خود قرآنِ کریم کی روشنی میں اور آفاق اور انفس یعنی ظاہری دُنیا اور باطنی دُنیا کی روشنی میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کی

جاتی ہے۔تو قربان جائیں آپ سب سے، وسیلہ کی دو Positions ہیں۔سب سے پہلے دین کی جو بنیاد ہے وہ معرفت ہے۔ جس طرح حضرت مولانا مرتضیٰ علی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نہج البلاغہ کے شروع میں، اُن کا جو مشہور خطبہ ہے اُس کے شروع میں مولانا مرتضیٰ علیؑ فرماتے ہیں:

اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُہٗ ۔یعنی دین کی بنیاد جو ہے خدا کی معرفت پر ہے۔[۱]

تو اِس لئے خدا کی معرفت دین میں سب سے افضل تعلیم ہے۔سب سے بالاترین جو تعلیم ہے وہ معرفت کی ہے اور دین کے اندر خدا نے جتنی دوسری عبادتیں، اذکار، وظائف وغیرہ جو مقرر کئے ہیں پیغمبروں کے ذریعے، اماموں کے ذریعے، اُن تمام کا مقصد اور کچھ نہیں سوائے خدا کی معرفت کے۔اب خدا کی معرفت کے سلسلے میں دو باتیں ہیں۔آیا خدا کی معرفت ممکن ہے یا نہیں؟ اِس سلسلے میں اگر آپ کتابیں پڑھیں تو الگ الگ آپ کو تصوّرات ملیں گی۔کچھ کے یہاں خدا کی معرفت ممکن نہیں اور کچھ کے یہاں خدا کی معرفت ممکن ہے تو یہ اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟ خود اگر آپ اسماعیلی اماموں اور داعیوں کی کتابیں پڑھیں وہاں بھی آپ کو یہ اختلاف ملے گا لیکن یہ اصل میں یہ اختلاف نہیں ہے، یہ ایک قسم کی تدریجی تعلیم ہے، یہ ایک قسم کی Gradual Teachings ہیں اور جو اِس Gradual Teaching، تدریجی تعلیم کو نہیں سمجھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اِن کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اصل دینِ حق جہاں اماموں کا ایک ہی سلسلہ ہے اور جن داعیوں کو اماموں نے بھیجا ہے اُن کے درمیان اختلاف کس طرح ہوسکتا ہے؟

اب میں وسیلہ کا جو مضمون ہے اُس سے پہلے ایک مثال عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فطرت میں کتنے درجات ہوتے ہیں اور یہ مختلف جو بظاہر مختلف درجات دکھائی دیتے ہیں حقیقت میں کس طرح ایک ہی حقیقت کی الگ الگ تجلیات اور ایک ہی حقیقت کے الگ الگ ظہورات ہیں۔اِس سلسلے میں سب سے زیادہ پہلے ہم Nature میں جائیں کیونکہ Nature جو ہے سب کے سامنے ہے، پڑا ہوا ہے، کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔تو ابھی ان شاء اللہ خاص کر Northern Areas میں ابھی موسمِ بہار زیادہ دور نہیں ہے۔تو موسمِ بہار میں شروع میں کیا ہوتا ہے؟ ایک جو میوہ دار درخت ہے شروع میں جو ہے وہ چھوٹے چھوٹے شگوفے پیدا ہوتے ہیں، کلیاں پیدا ہوتی ہے۔اب دیکھئے اِس کے اندر کیا سلسلہ ہے اور کہاں تک جاتا ہے۔یہ کلی جو ہے وقت آنے پر پھول میں بدل جاتی ہے اور پھول جو ہے وقت آنے پر اُس کی جو خوبصورت پنکھڑیاں ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کس طرح زمین پر گرتی جارہی ہیں اور اگر راستے میں یہ کلیاں پڑی رہتی ہیں تو ہم بڑی بے دردی کے ساتھ اُن پر پاؤں مارتے

ہوئے چلتے جارہے ہیں اور کوئی نہیں کہتا ہے اتنی خوبصورت پتیوں پر آپ کس طرح چل رہے ہیں۔ یہی خوبصورت پھول وقت آنے پر کچے میوے میں بدل جاتا ہے اور کچا میوہ شروع میں یا تو وہ Bitter ہوتا ہے یا Sweet، یا تو وہ شیرین ہوتا ہے یا تلخ ہوتا ہے، یا Sour ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے، یا ترش ہوتا ہے یا شیرین ہوتا ہے۔ پھر وقت آنے پر آپ دیکھتے ہیں یہی جو دو قسم کے مزے ہیں وہ شیرینی میں بدل جاتے ہیں، میوہ بالآخر اُس کے اندر مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور اُس کے بعد اُس کے اندر گٹھلی پیدا ہوتی ہے۔ گٹھلی کے اندر مغز ہوتا ہے، مغز کے اندر تیل ہوتا ہے، تیل کو اگر آگ لگایا جائے، کسی چراغ میں تیل ڈال کر اُس پر ایک فتیلا ہوگا اور وہ فتیلا جو ہے تیل کو جذب کرے گا، اُس کو اگر آگ لگایا جائے تو کیا ہوتا ہے؟ جو تیل ہے وہ روشنی کی شکل اختیار کرتا ہے اور روشنی جو ہے وہ خدا کی خدائی میں آخری درجے کی مخلوق ہے۔ تو اِس لئے ہمارے ایک عظیم داعی جو فارس کے حجّت تھے مولانا مستنصر باللہ کے زمانے میں سیدّ ناالمؤیدفی الدّین شیرازی، کیا فرماتے ہیں؟

اَلنُّوْرُ اَصْلُ الْوُجُوْد۔ نور جو ہے وہ وجود کا، Existence کا، جو Origin ہے، پھر اُس سے آگے اور کوئی حقیقت نہیں ہے اور اِس حقیقت کی بناء پر کہ نور ہی تمام چیزوں کی Origin ہے اور Origin جو ہے اُس کے بارے میں خدا کیا فرماتا ہے؟

اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْض (۳۵:۲۴)۔ اللہ جو ہے تمام آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اب یہ نور جو ہے وہاں سے آپ جہاں سے شگوفے یا کلیاں پیدا ہوئیں تھیں آپ اِن تمام درجات کو دیکھئے۔ کیا اِن درجات میں اختلاف ہے یا یگانگت ہے؟ اور جو کچھ اختلافات دکھائی دیتے ہیں وہ اِس کی الگ الگ تجلیات ہیں۔ آخر جو نور میں بدل گیا وہ وہی کلی ہی تو ہے لیکن کیا ہے، اگر کلی کو آپ زمین میں بونے کی کوشش کریں تو اُس سے ایک درخت پیدا نہیں ہوگا، پھول سے بھی کوئی درخت پیدا نہیں ہوگا، میوہ اگر کچا ہے اُس سے بھی کوئی درخت پیدا نہیں ہوگا لیکن جب پک جاتا ہے، جب گٹھلی بن جاتی ہے تو وہاں پر جاکر وہ مکمل ہوتا ہے، درخت مکمل ہوتا ہے۔ اُس گٹھلی کو دوبارہ زمین میں بویا جائے تو اُس کے اندر تمام، درخت کی تمام طاقتیں اُس کے اندر جمع ہوتی ہیں۔ پھر زمین سے ایک نیا درخت پیدا ہونے لگتا ہے۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں اماموں نے، پیروں نے، حجتوں نے تعلیم دی ہے اُس تعلیم میں کوئی اختلاف نہیں لیکن وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب شریعت کا زمانہ ہوتا ہے تو اُس میں تعلیم جو ہے بہت مختصر ہوتی ہے اور پھر طریقت کا زمانہ آتا ہے کہ جس طرح پھول کا موقع آتا ہے تو کلی جو ہے وہ پھول کی شکل اختیار کرتی ہے، دونوں ایک ساتھ نہیں ہوتے ہیں۔

اب کچھ حضرات کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ شریعت اور طریقت کو ایک ساتھ ادا کرنا چاہیئے، یہ Possible ہی نہیں ہے۔ آپ کلی اور پھول کو ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے ہیں اور اِسی طرح جو پھول اور کچا میوہ بھی ایک ساتھ نہیں ہوتا ہے۔ تو یہ درجات ہیں، اِن درجات سے ایک حقیقت گزرتی ہے۔ تو اِسی طرح ہم صرف مولانا علیؑ کے زمانے سے لیں اور حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانے تک آئیں آپ اماموں کی اور پیروں کی تاریخ پڑھیں تو بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ اگلے اماموں کے زمانے میں کچھ اور ارشاد تھا، اِس زمانے میں کچھ اور ارشاد ہوں گے۔ حضرت مولانا سلطان محمد شاہؑ چاندرات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ چاندرات کی مجلس ہم نے بنائی ہے، ہم سے پہلے کسی امام نے نہیں بنائی تھی۔ [۲] اب امام سے کون پوچھے گا کہ مولا! اگر اگلے اماموں نے نہیں بنائی تھی تو آپ نے کیوں بنایا، یہ نہیں ہوتا ہے۔ امام دین کا مختار ہوتا ہے اور اِس لئے مولانا علیؑ کے زمانے سے لے کر حاضر امامؑ کے زمانے تک اگر آپ اسماعیلی دعوت کی کتابیں پڑھیں تو کون سی تعلیم سب سے زیادہ ضروری ہے؟ جو زمانے کے امام کی تعلیم ہوتی ہے وہ سب سے زیادہ ضروری ہوتی ہے اور ہوتے ہوتے اسماعیلی مذہب میں حضرت مولانا سلطان محمد شاہ فداہُ ارواحنا، اُن کے زمانے سے قیامت کی تعلیم شروع ہوگئی ہے۔ اِس لئے مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بہت بڑے امام تھے، بہت بڑے امام تھے اور پوری اسماعیلی دعوت میں مولانا سلطان محمد شاہؑ کا مرتبہ آپ اندازہ کیجئے پورے آٹھ سال بھی نہیں ہوئے تھے امامت کا کام مولا نے سنبھالا اور seventy-two یعنی بہتر سال تک امام نے امامت کی۔ وہ عظیم امام تھے اور یقیناً وہی پاک نور آج نور مولانا شاہ کریم الحسینیؑ کے پاک جامے میں ہے اور جس شان سے امامت آگے سے آگے بڑھتی جارہی ہے اِسی کے مطابق اسماعیلی تعلیمات کی بھی بہت ترقی ہوگئی ہے۔ تو اِس لئے یہاں کچھ باتیں ایسی ہوں گی جب میں ذکر کروں گا تو آپ کو پتہ پڑے گا کہ کچھ باتیں نئی ہیں اور یہ نئی نہیں ہیں، وہ آپ کو حضرت مولانا سلطان محمد شاہؑ اور مولانا حاضر امامؑ کے فرامین کی صورت میں آپ کو ملیں گی۔ Memoirs کی کتاب میں جو مولا نے Chapter لکھا ہے اسلام پر اُس میں آپ کو ملیں گی [۳] تو اِس بات کا آپ ذرا خیال رکھئے اور اس لئے ایسی بات ہو تو وہ ہم Discuss کریں گے لیکن جو ہے آخری جو تعلیم ہوتی ہے، جو آخری حقیقت ہوتی ہے جس کی اُس زمانے میں ضرورت ہے وہ ہر زمانے کا امام ہی فرماتا ہے۔ تو اِس لئے چونکہ اسماعیلی مذہب ایک زندہ ہے، ایک Dynamic مذہب ہے اور جہاں Dynamism ہے اُس میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے تو یہ ایک چھوٹا سا نکتہ ہے اسماعیلی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے۔

تو اب ہم آرہے ہیں وسیلہ کا جو تصوّر ہے، جو میں نے گزارش کی کہ وسیلہ کا تصوّر ایسا ہے کہ دو اشخاص ہوں یا دو

Groups ہوں یا دو چیزیں ہوں، دو کو ملانے کا جو Source ہے اُس کو وسیلہ کہتے ہیں اور اِس سلسلے میں میں نے گزارش کی کہ خدا کی معرفت کے سلسلے میں بھی الگ الگ باتیں ہیں۔ کچھ حضرات کے یہاں خدا کی معرفت ممکن ہی نہیں لیکن کچھ کے یہاں خدا کی معرفت ممکن ہے۔ جن بزرگوں نے کہا ممکن نہیں اُن کے زمانے کے کچھ حالات ایسے ہوں گے کہ اُن کو ایسی تعلیم دینے کی ضرورت بھی پڑتی ہے کیونکہ پیر ناصرِ خسرو نے عظیم جحّتوں اور پیروں کے بارے میں لکھا ہے کہ زہر، Poison وہ ہر بیماری کے لئے دوا تو نہیں بلکہ بہت سی صورتوں میں Poison کھانے سے جان چلی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں اِس کے باوجود کچھ بیماریاں ایسی بھی ہیں، کہ جو ڈاکٹر ہے، جو Expert ڈاکٹر ہے وہ کچھ بیماریوں کے لئے Poison بھی Prescribe کر سکتا ہے، اُس خاص بیماری کے لئے۔ لیکن کوئی یہ سمجھ کر کہ ڈاکٹر نے ایک بیماری کے لئے Poison کو Prescribe کیا ہے، دوسری جگہ بھی استعمال کرے تو کیا ہوگا؟ اُس کی جان چلی جائے گی۔ تو اِس لئے خدا کے دین میں ہمیشہ خدا کی طرف سے وسیلہ جو ہے ہمیشہ مقرر ہے تا کہ وہ وسیلہ زمانے کی حالت کو دیکھ کر جو ہے لوگوں کے لے ہدایت فرمائیں گے۔ تو الغرض جہاں تک اسماعیلی تعلیمات ہیں حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہؒ، مولانا حاضر امامؑ اِس دورِ قیامت میں اگر آپ اماموں کی تعلیمات کو دیکھیں تو خدا کی معرفت ممکن ہے، لیکن کس صورت میں؟ خدا کی جو معرفت ہے وہ ابتدائی صورت میں، ابتدائی درجات میں خدا کی معرفت ممکن ہے اُس کے وسیلے سے اور آخری درجات میں خدا کی معرفت وسیلے کے بغیر بھی ممکن ہے یعنی ایک مومنِ صادق، ایک عاشقِ مولا روحانی سفر کو مکمل کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے تو اُس صورت میں وسیلے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ جس طرح مثال دی جاتی ہے:

در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست۔ کہتے ہیں کہ جب قبلہ شریعت کی زبان میں جب ہم سے دور ہوتا ہے تو کعبے کی طرف جو Direction ہے جس کو قبلہ کہتے ہیں، قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن جو شخص خود کعبے کے اندر داخل ہو جائے تو اُس کو قبلہ ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہے کیونکہ ابھی وہ خود کعبے کے اندر ہی ہے۔ اِس لئے یہ مولانا روم فرماتے ہیں: در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست۔

جب آپ کعبے کے اندر ہیں تو قبلے کی تلاش کرنے کا کوئی دستور ہی نہیں۔ آپ جس طرف بھی رُخ کر کے نماز پڑھنا چاہیں آپ پڑھ سکتے ہیں، مشرق ہو، مغرب ہو، شمال ہو، جنوب ہو۔ تو اِس لئے خدا کی معرفت جب روحانی منازل ختم کر کے منزلِ مقصود تک کوئی پہنچ جاتا ہے تو وہاں پر براہِ راست خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اِس سلسلے میں جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم جب معراج پر گئے تو خدا کے بارے میں یہ آیت آئی ہے:

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔(۹:۵۳)

خدا اتنا نزدیک آ گیا پیغمبر کے کہ دو کمانوں کے درمیان جو فاصلہ ہے اتنا قریب آ گیا، پھر آگے بڑھ کر فرماتے ہیں:

اَوْ اَدْنٰی۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ قریب آ گیا۔

اُس سے بھی زیادہ جب خدا قریب آ جائے تو غریب بندہ کہاں دِکھ سکتا ہے! وہ فنائیت کا مقام ہوتا ہے۔ تو اِس لئے خدا کی معرفت دو صورتوں میں ہے۔ ایک بالواسطہ ہے، Indirect ہے، وسیلے کے ذریعے سے اُس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسرا بلاواسطہ ہے، بغیر کسی واسطے کے۔ اور یہاں پر براہِ راست، Directly خدا کی معرفت حاصل ہونے کا ذکر ہے۔ ابھی اِس وسیلے کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے خدائے بزرگ و برتر کیا فرماتا ہے؟ تو خدا اِس وسیلے کو سمجھانے کے لئے الگ الگ مثالیں قرآنِ کریم میں بیان فرماتا ہے، اور یہ مثالوں کی بہت بڑی ضرورت ہے:

وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاس (۲۵:۱۴)

خدا فرماتا ہے کہ خدا انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ مثالوں کے بغیر Direct حقیقت جو ہے بہت ہی مشکل ہے۔ اُس کی مثال ایسی ہے، ابھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اُن کو'ا۔ب' سکھانا ہے، Alphabets سکھانا ہے، اُن کے لئے کوئی سائنس کا Lecture دے یا فلسفے کا Lecture دے تو غریب بیچارہ بچہ کیا سمجھے گا؟ تو اِس کے لئے آسان کرنے کے لئے جو تعلیم میں Expert ہوتے ہیں وہ Pictorial Type یعنی تصویروں کے ذریعے سے اُن کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج کل نہ معلوم اور کتنے Devices پیدا ہو گئے ہیں لیکن پہلے زمانے کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ آہستہ آہستہ 'ا' سے آم، 'ب' سے بکری، 'ط' سے طوطا، نہ معلوم اِس طرح آگے بڑھاتے ہیں۔ تو خدا کی معرفت کے سلسلے میں ہم سب جو ہیں، یہ بچوں ہی کی طرح ہیں۔ تو اِس لئے خدا قرآنِ کریم میں فرماتا ہے، یہ دو آیتیں (۱۸: ۵۴، ۸۹:۱۷) بہت ہی اہم ہیں:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْآنِ مِن کُلِّ مَثَلٍ۔ خدا فرماتا ہے کہ میں نے اِس قرآن کے اندر انسان کے لئے ہر قسم کی مثالیں، ہم نے بیان کیں ہیں۔ یہ یاد رکھنا، ہر قسم کی مثالیں۔ ہمارے داعیوں نے یہی کام اختیار کیا، جو قرآنِ کریم میں ہے۔ وہ جس علاقے میں جاتے تھے، جو لوگوں کے عقائد ہوتے تھے پہلے اُن کو Study کرتے تھے۔ پھر اُس کے بعد اُن کے عقیدوں میں جو اصطلاحات، جو Technical Terms ہوتے تھے اُن کی اصطلاحات کے اندر امام شناسی کی جو خاص

خاص تعلیم ہوتی تھی اُن کی زبان میں بیان کرتے تھے۔ اُس کی وجہ سے امام شناسی اُن کے لئے بہت ہی آسان ہوجاتی تھی، کوئی بیگانہ چیز نہیں لگتی تھی۔ جس طرح ہمارے عظیم پیر جب انڈیا میں آئے تو اسماعیلی تعلیمات کو ہندو Mythology، ہندو Philosophy اور اُن کی Language، اُن کی Poetry کے اندر بیان کیا تو امام شناسی کتنی آسان ہوگئی۔ اِس تعلیم کو بہت سے لوگوں نے غلط بھی سمجھا ہے۔ تو ان شاء اللہ اِس Course کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا، اور Lectures ہوں گے، لوگ کہاں غلط سمجھے ہیں۔

تو وسیلے کو سمجھانے کے لئے کہ دُنیا میں انسانوں کے درمیان، خدا اور بندوں کے درمیان ایک وسیلہ ہے اور اُس وسیلے کے ذریعے خدا کی شناخت، خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جس کو سمجھانے کے لئے خدا نے گونا گون، Diverse مثالیں استعمال کیں ہیں اور یہ خدا کی بندوں پر بہت بڑی رحمت ہے اُس کی۔ اگر ایک ہی مثال استعمال کرتا کہ جہاں لوگوں کے اندر اتنے الگ الگ Professions ہیں، اُن کی Education کے الگ الگ Levels ہیں تو خدا ایک مثال استعمال کرتا تو کتنے لوگ سمجھ سکتے؟ ایسا نہیں کیا ہے تو قرآنِ کریم میں الگ الگ مثالیں اِس لئے بیان کی گئی ہیں کہ ہر انسان اپنی استطاعت، اپنی Capacity اور اپنی تعلیم کے مطابق وہ سمجھ سکے۔ اب اِس حقیقت کو سمجھانے کے لئے خدا نے ظاہری دُنیا سے بھی مثالیں دی ہیں اور خود انسانوں سے بھی مثالیں دی ہیں۔ ظاہری دُنیا کو قرآن کی زبان میں آفاق کہتے ہیں۔ ظاہری دُنیا کو قرآن کی زبان میں آفاق کہتے ہیں اور جو باطنی حقیقت ہے انسان کی، اُس کے لئے انفس کا لفظ آیا ہے اور خدا فرماتے ہیں کہ میں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھاؤں گا اور انفس میں بھی۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱:۵۳)۔

یہ کیوں اِس طرح؟ کہتے ہیں کہ تاکہ اِن مثالوں کے ذریعے سے لوگ حق تک پہنچ سکیں۔ تو قربان جائیں یہ وسیلہ کی جو مثالیں ہیں ظاہری دُنیا سے، ایک صراطِ مستقیم ہے۔ صراطِ مستقیم، مستقیم کے معنی Direct، اِس کی کیا فضیلت ہے؟ کہ جس کو سیدھا راستہ مل جاتا ہے وہ اِدھر اُدھر گمراہ ہونے سے بچ جاتا ہے، سیدھا منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا نے ایک دوسری مثال اِس کی دی ہے، وہ مثال خدا کی رسّی ہے، حبل اللہ۔ یہ سورہ نمبر ۳ اور آیت نمبر ۱۰۳ ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (۳:۱۰۳)

تم سب کے سب مل کر خدا کی رسّی کو پکڑ لیجئے اور آپس میں الگ الگ Group مت بنئے۔

تو دیکھ لیجئے یہ صراطِ مستقیم کوئی ظاہری، جسمانی کوئی صراطِ مستقیم نہیں ہے۔ کسی نے بھی ابھی تک نہیں دیکھا ہے، ایک چھوٹے گاؤں میں بھی ایسا راستہ نہیں ہوتا ہے، ایک سِرے سے شروع ہوا اور دوسرے سِرے تک پہنچا بلکہ ایک مثال ہے، یہ خدا کے وسیلے کی طرف تو انسان اور خدا کے درمیان یہ وسیلہ ہے۔ کوئی اِس وسیلے کی شناخت کرے تو سیدھا خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ دوسری مثال جو میں نے عرض کی خدا کی رسّی ہے۔ کہتے ہیں انسان اِس دُنیا میں اِس طرح نیچے گرا ہے یا آیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص کسی کنویں میں جب گر جاتا ہے تو کنویں سے باہر نکالنے کے لئے ایک نیچے رسّی ڈالی جاتی ہے تاکہ وہ رسّی کو پکڑے، اوپر سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ خدا کے لئے کھینچنے کی تو ضرورت نہیں ہے لیکن خدا نے جو وسیلہ مقرر کیا ہے اُس کا دامن اگر مضبوطی سے پکڑا جائے تو رسّی جو ہے وہ خود بخود خدا تک پہنچا دیتی ہے۔ اِسی طرح ایک اور مثال معراج کی ہے۔ معراج یا معارج، یہ سیڑھی کو کہتے ہیں۔ خدا تک پہنچنے کے لئے دوسری مثال سیڑھی کی ہے۔ تو قربان جائیں آپ نے دیکھا کہ آفاق سے جو مثالیں ہیں، آفاق میں بھی ہیں اور انفس میں بھی ہیں۔ اب انسانوں میں سے اِس کی شناخت کس طرح ہوگی؟ یہ وسیلے کی شناخت کرنی ہے تو اُس کی شناخت کا خدا نے کیا کیا نشانیاں ہم کو دی ہیں؟ اُس کی شناخت کے لئے بھی خدا نے اپنی آیات میں اُن کا ذکر کیا ہے کہ جو ہستی خدا اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہوسکتی ہے وہ کن صفات کا حامل ہونا چاہئے، اُس کی کیسی کیسی صفات ہونی چاہئیں؟ اب میں اُن میں سے چند صفات کا ذکر کر رہا ہوں کہ جو ہستی خدا اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہے وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہوسکتا ہے۔ خدا نے سب سے پہلے فرمایا، ایک لفظ ہے اِصطفٰی۔ اِصطفٰی کے معنی ہیں چُن لینا، برگزیدہ کرنا اور یہ قرآن میں آپ کو سورہ نمبر ۳ اور آیت نمبر ۳۳ اور ۳۴ ملا کر پڑھنے کی ضرورت ہوگی۔ تو خدا فرماتا ہے:

إِنَّ اللہَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (۳: ۳۳-۳۴)

فی الحال یہ دو چھوٹے Phrases یاد رکھیں شروع کا کہ یقیناً خدا نے حضرتِ آدم کو چُن لیا، برگزیدہ کیا، حضرتِ نوح کو، حضرتِ ابراہیم اور اُن کی آل کو، حضرتِ عمران اور اُن کی آل کو۔ پھر یہ آل جو ہے دُنیا میں الگ الگ خاندانوں سے نہیں ہے۔ خدا نے جن کو چُن لیا ہے یہ ایک اُن کا سلسلہ جاری ہے اور آخر میں جو الفاظ ہیں: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْض (۳: ۳۴)۔ یہ سلسلہ ایک سے دوسرے میں چلتا رہتا ہے اور تا قیامت جو ہے یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

تو دوسری صفت اُس کی، وسیلے کی یہ ہے، دوسری صفت، اِس کو نفخۂ رُوح کہتے ہیں۔ نفخ پھونکنے کو کہتے ہیں، رُوح کا پھونکنا۔ نفخۂ رُوح، خدا قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ مَیں نے حضرتِ آدم میں اپنی رُوح کو پھونک دیا۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (۲۹:۱۵)۔

خدا فرماتا ہے کہ جب میں نے حضرتِ آدم کو تیار کیا اُس کے اندر مَیں نے اپنی رُوح، روحی = میں نے اپنی رُوح کو پھونک دیا، پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ یہ جو آیات بھی کئی ایک ہیں اِن میں سے صرف دو کا میں نے یہاں نمبر دیا ہے، ایک ہے سورہ نمبر ۱۵ اور آیت نمبر ہے ۲۹، (۲۹:۱۵) اور دوسری آیت ہے (۳۸:۷۲)۔ یہ دوسری صفت ہے، اور تیسری صفت جو ہے علم الاسماء۔ خدا نے فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۲:۳۱)۔ کہ میں نے، خدا فرماتے ہیں، آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی۔ اِس کو علمِ لدنّی کہتے ہیں۔ یہ سورہ نمبر ۲ اور آیت نمبر ۳۱ ہے۔ اور چوتھی صفت **سجود الملائکہ**، ملائکہ کا اُن کے لئے سجدہ کرنا۔ یہ سورہ نمبر ۲ اور آیت نمبر ۳۴ ہے۔ اِس میں بھی خدا فرماتا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (۲:۳۴)

میں نے ملائکہ کے لئے حکم دیا آدم کے لئے سجدہ کرو تو ملائکہ نے، تمام ملائکہ نے آدم کے لئے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف خدا فرماتا ہے آپ کسی اور کے لئے سجدہ مت کرو، صرف خدا کے لئے کرو اور پھر دوسری طرف خدا خود فرماتا ہے کہ تم آدم کے لئے سجدہ کرو اور جس نے نہیں کیا اُس کو کیسی سزا ملی! ابلیس راندۂ درگاہ ہوا۔ جس نے تکبر کیا، سجدہ نہیں کیا، خود کو بڑا سمجھا آدم کے سامنے۔ تو الحمدللہ آپ نے اندازہ کیا کہ قرآنِ کریم سے یہ آیات اور بھی بہت ساری ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ ان شاء اللہ مولا کے فضل سے ذخیرہ ہوگا کیونکہ یہ دَور جس میں مولا نے اپنا پاک نام کریم رکھا ہے یہ رحمتوں اور کرامتوں کا زمانہ ہے۔ اِس لئے قرآن کی تعلیم جو اتنی مشکل ہوتی تھی ہمارے زمانے میں مولا نے کتنا آسان کر دیا ہے۔ اُس کی شکرگزاری کے ساتھ ہمیں قرآن کی تعلیم چاہیئے تا کہ ہم دُنیا میں امام کی جو دعوت ہے، دعوتِ حق جس کو کہتے ہیں دُنیا کو سمجھائیں کیونکہ اِس دین میں انسان کی رُوح کے لئے بہت سے فائدے ہیں اور یہ سکھانے میں اپنے لئے بھی فائدہ ہے اور دوسروں کے لئے بھی فائدہ ہے۔ اب اِن آیات کی روشنی میں آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ خدا اور بندوں کے درمیان جو وسیلہ ہے وہ ایک لحاظ سے انسان تو ضرور ہے، ظاہری شکل اُن کی بھی انسانوں جیسی ہے لیکن باطنی لحاظ سے وہ ہمارے جیسا انسان نہیں ہے۔ اُس کے اندر خدا کی رُوح ہے اور خدا کی رُوح کو دوسرے معنوں میں نور کہا گیا ہے اور اِس کا نمبر ہے سورہ نمبر ۴۲ اور آیت نمبر ۵۲:

وَ كَذٰلِکَ أَوْحَينَآ إِلَيکَ رُوْحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا (۵۲:۴۲)

خدا فرماتا ہے میں نے تمہاری طرف ایک رُوح بھیج دیا۔ اِس سے پہلے نہ آپ کتاب کو جانتے ہیں نہ ایمان کو، لیکن جب ہم نے اُس رُوح کو نور میں بدل دیا تو پھر پیغمبر سے فرماتے ہیں آپ کے لئے سب کچھ روشن ہو گیا۔ روحوں کے بہت سے درجے ہیں لیکن آخری درجے میں خدا کی رُوح جہاں پر ہے وہ نور کی صورت میں ہے اور اُس کو خدا نے اپنے وسیلے میں رکھا۔ تو اِس لئے جو زمانے کا وسیلہ ہے وہ ظاہری لحاظ سے انسان ہے لیکن باطنی لحاظ سے صرف انسان نہیں بلکہ وہ خدا کے نور کا حامل ہے۔ اور اِس سلسلے میں ایران میں ایک بہت بڑے فلسفی گزرے ہیں، اُن کا نام ملا صدرا ہے۔ وہ اپنی تفسیر میں وسیلے کے کیا معنی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں۔ [۴] یہ ملا صدرا جو ہے اُن کو اصفحان سے وہاں کے ملوں نے نکال دیا اور اُس زمانے میں کہک میں مولا کی تشریف ہوتی تھی ایران میں۔ بہت عرصے تک وہ مولا کے Protection میں رہے ہیں، اِس لئے اُن کو بہت باطنی فیض ملا تھا اور کچھ جو محققین ہیں اُن کے نزدیک ملا صدرا ایک Crypto اسماعیلی تھے، گپتی اسماعیلی تھے۔ اِس لئے اُن کی کتابوں میں ایسے بہت عجیب وغرائب حقائق ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اگر ہم خدا کے وسیلے کو انسان کہیں، وہ صرف انسان نہیں، بلکہ کہنا چاہئے کہ وہ اِنْسَانٌ رَبَّانِیٌّ۔ انسان تو ہے لیکن وہ ربّانی انسان ہے، اُس کے اندر خداوندی صفات پائی جاتی ہیں، خدا کا علم ہے، خدا کی رُوح ہے، خدا نے عام انسانوں سے اُن کو برگزیدہ کیا اور یہاں تک فرشتوں کے لئے حکم دیا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو جو خاص خدا کے لئے ہے۔ تو کہتے ہیں اِس لئے اگر ہم خدا کے وسیلے کو انسان کہیں تو وہ عام انسان نہیں ہے بلکہ ہمیں کہنا چاہئے هُوَ اِنْسَانٌ رَبَّانِیٌّ۔ پھر وہ دوسری Side کو لیتے ہیں، اگر ہم اُن کو خدا کہیں تو خدا خالی صورت میں خدا نہیں ہے بلکہ خدا نے اپنے لئے ایک جامہ اختیار کیا ہے، ایک انسانی لباس اختیار کیا ہے۔ اُس انسانی لباس کی وجہ سے ہمیں چاہئے کہ ہم اُسے کہیں کہ وہ صرف ربّ نہیں بلکہ رَبٌّ اِنْسَانِیٌّ، خدا تو ہے لیکن انسانی صورت میں ہے دُنیا میں۔ اِس لئے اُس کی پہچان بہت ہی مشکل ہے، ظاہری صورت دیکھ کر کوئی اُس کو پہچان نہیں سکتا ہے۔ جس طرح ہم اپنی ننگی آنکھوں سے سورج کو دیکھ کر سورج کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ہماری غریب آنکھیں جو ہیں وہ چلی جائیں گی لیکن سورج کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکے گی۔ تو اِسی طرح سورج کی کیا طاقت ہے سمجھنے کے لئے سائنس پڑھنے کی ضرورت ہے کہ Solar System کے اندر جو سورج کی طاقت ہے کس طرح کام کرتی ہے پانی میں، ہوا میں، فصلوں میں، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں اُس کا اثر نہ ہو۔ تو اِسی طرح خدا

کا وسیلہ، وہ وسیلہ جو خدا اور انسانوں کے درمیان ہے اُن کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ظاہری آنکھوں سے دیکھنا کافی نہیں ہے۔ اُن کی حقیقت کی پہچان کے لئے علمِ حقیقت، علم الیقین سے جو ہے، علم الیقین پڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ اُس علم کی روشنی میں امام کی حقیقت کسی حد تک معلوم ہو جائے، پھر اُس علم کی روشنی میں وہ آگے سے آگے بڑھ سکتا ہے اور آخری درجے کی معرفت تک بھی وہاں پہنچ سکتا ہے۔ تو قربان جائیں آپ سب سے، تو آپ نے اندازہ کیا کہ جو قرآنِ کریم میں جو آیا ہے، خدا فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُو اتَّقُو اللهَ وَ ابْتَغُوٓ ا إِلَيْهِ الْوَ سِيْلَةَ (۵:۳۵)

فرماتے ہیں اے مومنین! اے لوگو! آپ میں سے جن حضرات نے ایمان لایا ہے ابھی آپ جو ہے خدا سے ڈرو اور وسیلے کے لئے تلاش کرو اور وسیلے کے بغیر کوئی خدا تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ تو اِس لئے الحمدللہ ہمیں شکر گزار رہنا چاہئے کہ ہمارے پیروں نے، داعیوں نے امام کی شناخت دی جو خدا اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہے اور اِس انسانی صورت کے اندر وہ کون سی طاقت ہے اُس کو پہچاننے کے لئے ہمیں بصیرت ملی ہے، مولا کا دامن ملا ہے اور یہ ہماری کتنی نیک بختی ہے، اُس کے لئے ہم جتنی شکر گزاری کریں کم ہے۔ مولا خداوند مولا کے پاک دامن کو اچھی اور مضبوطی سے پکڑنے کے لئے ہم سب کو عالی ہمتی سے نوازے۔ آمین، یاربّ العٰلمین۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 18th September, 2022.

حواشی

[۱]: حضرت مولا مرتضیٰ علی، نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱

[۲]: ارشادِ حضرت امام سلطان محمد شاہؑ، زنجبار، یکم ستمبر ۱۹۰۵ء، کتاب کلامِ امامِ مبین حصۂ اول

[۳]: حضرت امام سلطان محمد شاہؑ، The Memoirs of Aga Khan (لندن، ۱۹۵۴)، ص ۱۶۹۔۱۹۱

[۴]: صدرالدّین محمد بن ابراہیم الشیرازی (ملّا صدرا)، تفسیر القرآن الکریم جلد ۶، ص ۳۸۳

Global Lectures Series 01

Lecture 03: The Concept of Wahy

Date: 06 February 2022

Lecture by: Dr. Baḥru'l-ʿulūm *ṣāḥib*

https://global-lectures.com/courses/concept-of-wahy/

تو بھائیو اور بہنو! علیٔ زمان کی نورانی تائید سب کی شاملِ حال رہے کیونکہ اُسی ذاتِ پاک کی تائید ہی ہے کہ جس کے ذریعے سے مومنین ومومنات ہر میدان میں حرکت کر سکتے ہیں۔ عقلی میدان میں، روحانی میدان میں اور جسمانی میدان میں کیونکہ وہ کُلّ ہے، بلکہ کُلّ کا مالک ہے۔

وَ كُلَّ شَيۡءٍ أَحۡصَيۡنَاهُ فِيٓ إِمَامٍ مُبِيۡنٍ (۳۶:۱۲)

تو زمانے کے امام خیرِ کُل ہیں۔ اُس کی ذاتِ گرامی سے دُنیا میں تمام نیکیاں پیدا ہوتی ہیں، اور سب سے بڑی نیکی علم کا حاصل کرنا اور پھر دوسروں کو سکھانا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

اَلنَّاسُ اِثۡنَانِ عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ وَ سَائِرُهُمۡ كَالۡهَمَجِ ۔[۱]

مرتبۂ انسانیت میں دو اشخاص ہیں، ایک سکھانے والا ہے اور دوسرا سیکھنے والا ہے اور باقی جو عوام ہیں اُن کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ اور دُنیا میں جو اصل عالم ہے وہ زمانے کا ہادیٔ برحق ہے، وہ امامِ زمان ہی ہے اصل عالم۔ اِس لئے آپ کو علم ہے کہ اسماعیلی مذہب کا ایک نام تعلیمیہ ہے۔ تعلیمیہ یعنی وہ گروہ جہاں روحانی نجات اور جسمانی صلاح وفلاح کے لئے امامِ زمان کی تعلیم کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس کی تعلیم کے مطابق یہ کام کرتے ہیں۔ تو اِس لئے اُن کا نام، بہت سے نام ہمارے دشمنوں نے دیئے ہیں، اُن میں سے ایک نام تعلیمیہ ہے۔ تو الحمدللہ ہم تعلیمیہ ہیں اور ہم امام کے علم سے وابستہ ہیں اور امام کے نیچے جہاں بھی سیکھنے سکھانے کا کام ہوتا ہے اُس ذاتِ پاک سے جو علم کی تجلّی، جو علم کے ظہورات ہوتے ہیں اُس سے ہم سب جو ہے اپنی اپنی بساط کے مطابق، اِس کو خوشہ چینی یا ریزہ چینی بھی اُردو میں کہتے ہیں، تو ہم ایک دوسرے کی Help کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ مولانا حاضر امام نے ۱۹۵۸ء میں ایک خصوصی ارشاد فرمایا تھا۔ مولا نے خصوصی دُعائیں دی تھیں اُن حضرات کے لئے جو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن حضرات کے لئے جو سیکھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔[۲]

تو اِسی جذبے کے ساتھ ہم شروع کرتے ہیں ''وحی''۔ تو اُمید ہے کہ چونکہ یہ مذہب بہت ہی Systematic ہے،

مولانا حاضر امام نے فرمایا کہ اسلام کے اندر کچھ Hocus Pocus نہیں ہے، Hocus Pocus،Hanky Panky نہیں ہے۔ اسلام جو ہے وہ ایک Logical Religion ہے، وہ ایک منطقی اور عقلی مذہب ہے۔ تو اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ امامِ زمان کے پاک علم سے جو روشنی ہم سب کو مل رہی ہے تو ہم نے دین سے آغاز کیا ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اُس کے اندر ہم نے جن اُصولوں کا، جن Principles کا ہم نے ذکر کیا ہے ہماری تمام بات چیت جو ہے بنیادی طور پر اُن اُصولوں کے مطابق ہوتی رہے گی۔ تو اِس لئے پہلے دو باتیں جو دو Lecture ہوئے ہیں، شروع میں دین کی تعریف کیا ہے؟ اُس کے بعد خدا اور انسان کے درمیان واسطہ کی کیوں ضرورت ہے؟ کیوں کوئی ایک واسطہ ہونا چاہئے، اور آج جو وحی کا ان شاء اللہ Talk ہوگا، بات چیت ہوگی، گفتگو ہوگی، وہ اُس سے Related ہے۔ تو چونکہ ہم نے اگلی جو Discourses یا گفتگو ہوئی ہیں اُن کے اندر یہ بات آئی ہے کہ اسلام کے اندر خدا کی خدائی میں دو عالم ہیں۔ ایک کو عالمِ امر اور دوسرے کا نام ہے عالمِ خلق۔ اِن دو عالموں کا ذکر سورہ نمبر ۷ اور آیت نمبر ۵۴، اِن کے اندر یہ دو عالموں کا ذکر ہے۔ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (۷:۵۴)

اور خدا کی خدائی میں یہ دو عالم ایک ہی صورت میں، Static Form میں نہیں رہتے ہیں، جامد صورت میں نہیں رہتے ہیں۔ بلکہ خدا کی خدائی میں انصاف ہے، عدل ہے، مساوات ہے، برابری ہے خدا کی خدائی میں۔ تو اِس لئے ہمارے بزرگانِ دین نے اِس بات کی وضاحت کی ہے کہ اِن دونوں عالموں کے درمیان Exchange ہوتا رہتا ہے یعنی عالمِ امر یا روحانی عالم سے آہستہ آہستہ جسمانی عالم بنتا جا رہا ہے اور جسمانی عالم سے روحانی عالم بنتا جا رہا ہے، یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ کچھ دُنیا میں مذاہب ایسے بھی ہوں گے کہ روحانی دُنیا ہمیشہ روحانی دُنیا ہی رہتی ہے اور جسمانی دُنیا ہمیشہ جسمانی دُنیا ہی رہتی ہے۔ خدا کے دین میں ایسا نہیں ہے، خدا کے دین میں یہ ایک دوسرے سے Exchange ہوتے جا رہے ہیں۔ تو آپ کو قرآنِ کریم میں اِس قسم کی آیات ملیں گی۔ مثلاً کچھ آیات میں ہے:

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ (۷۰:۴)۔ ملائکہ اور رُوح عالمِ خلق سے عالمِ امر کی طرف چڑھتے ہیں، رجوع کرتے ہیں۔ تو یہاں عروج کی بات آگئی، اوپر جانے کی، چڑھنے کی بات آگئی اور اِسی طرح دوسری جگہ پر دوسری آیت میں خداوند فرماتے ہیں:

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ (۹۷:۴)۔ یہ تَنَزَّلُ نزول سے ہے۔ ملائکہ اور رُوح نیچے اُترتے ہیں۔ عوام کا خیال یہ ہے کہ ملائکہ اور رُوح روحانی دُنیا میں ہیں، وہاں سے اُترنے میں تو کسی کو شک نہیں ہوتا ہے۔ لیکن آپ کو دوسری آیت کے بارے

میں جاننا ضروری ہے کہ زمین سے ملائکہ اور رُوح اوپر بھی جاتے ہیں اور اِس سلسلے میں آپ حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ فداہٗ ارواحنا، اُن کا دَور بہت مبارک دَور تھا اور جاری ہوا ہے اور ابھی چل رہا ہے۔ اُس پاک امام کے زمانے سے بہت روحانی ترقی ہوئی اور علم میں جماعت بہت آگے بڑھ گئی ہے، اور خود امام نے اپنے فرامین میں، اپنی Memoirs جو کتاب ہے اُس میں مولانے جو جو چیزیں فرمائی ہیں اُس میں نور ہی نور ہے۔ اب زمین سے فرشتے کس طرح عالمِ امر کی طرف چڑھتے ہیں اُس کے بارے میں آپ سُن لیجئے:

"Islam acknowledges the existence of angels, of great souls who have developed themselves to the highest possible planes of the human soul and higher, and who are centres of the forces which are scattered throughout the Universe".[۳]

تو آپ نے سُن لیا نا، کہ یہ فرشتے کس طرح بنتے ہیں۔ اِس سے آگے مولانے انسانوں کی ترقی کی بات کی لیکن یہ اُس کا Gist ہے۔ مولا فرماتے ہیں کہ انسانوں میں سے کچھ انسان ایسے ہیں، انہوں نے بہت روحانی ترقی کی ہے اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ وہ انسانی حد سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ یعنی اُن کے اندر جو بشریت ہے، Humanity کا عنصر ہے، Element ہے، وہ تقریباً فرشتوں کی صفت میں بدل گیا ہے۔ اب اِن مومنین کی کیا شان ہے؟ اِن کی اتنی بڑی ترقی ہو گئی ہے، اپنی ذات تک محدود نہیں یہ ترقی بلکہ اپنی ذات سے آگے بڑھ کر دوسروں کی بھی مدد کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ Centres of forces which are scattered throughout the universe۔ روحانی قوتوں کے۔۔۔۔ اور یہ پوری دُنیا میں، کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تو اِسی سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ فرشتے اور روحیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور پھر آسمان سے عالمِ امر سے لوگوں کی مدد کرنے کے لئے اوپر سے روحیں بھی آتی رہتی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اِس سلسلے کے لئے ہم روحانی سفر بھی کہہ سکتے ہیں، یعنی عالمِ امر سے عالمِ خلق کی طرف سفر کرنا اور پھر عالمِ خلق سے عالمِ امر کی طرف سفر کرنا۔ اِس کے لئے قرآن میں ایک زبردست آیت ہے، یہ سورہ نمبر ۲ ہے اور آیت نمبر ۱۹۷۔ خداوند قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (۲:۱۹۷)

یعنی روحانی سفر کے لئے آپ اپنے ساتھ سفرخرچ، زاد، Provision، اپنے ساتھ لے لینا،لیکن روحانی سفر میں کھانے پینے کا Provision نہیں ہوتا ہے، اُس کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے، پرہیزگاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ پرہیزگاری سے انسان کی رُوح میں لطافت پیدا ہوتی ہے، پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، ملکوتی صفات پیدا ہوتے ہیں۔ اِس لئے روحانی سفر کے لئے ظاہری کھانے پینے کی چیزیں نہیں، تقویٰ اور پرہیزگاری کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ تصوّر ہمیں صراطِ مستقیم کے اندر پایا جاتا ہے۔ جب خدا نے ایک سیدھا راستہ بنایا ہے تو راستے کا مقصد یہ ہے کہ کچھ سفر سامنے ہے۔ دوسری مثال جو ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے، معراج کا ہے۔ معراج کا آپ نے دیکھا، چڑھنے اور اُترنے کی آیتیں آپ نے سُن لی اور جس چیز کے ذریعے سے چڑھا جاتا ہے، جسے اُردو میں سیڑھی کہتے ہیں اور عربی میں اِس کو معراج کہتے ہیں، م۔ع۔ر۔ا۔ج۔ اور اسی سے عروج ہے، چڑھنا۔ اور ایک اور بہت ہی شاندار قرآنِ کریم میں آیت ہے۔ اُس میں ایک درخت کی مثال دی گئی ہے۔ یہ عجیب وغریب درخت دُنیا میں ہمیشہ دائم اور قائم ہے، اُس کو کوئی مٹا نہیں سکتا ہے، اِس کو شجرۂ طیبہ کہا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں سورہ نمبر ۱۴ اور آیت نمبر ۲۴ اور ۲۵، دو آیتوں میں اِس کا ذکر ساتھ ہے۔ تو خدا فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرةٍ طَيِّبَةٍ: پوچھتا ہے انسانوں سے کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے ایک پاک کلمے کی مثال، یہ پاک کلمہ سے مطلب نورِ نبوّت اور امامت ہے، اُس کی مثال ایک پاک درخت سے دی گئی ہے۔ اب اِس درخت کی شان سُن لیجئے۔ أَصْلُهَا ثَابِتٌ: اُس کی جڑ، جڑیں نہیں ہیں۔ ایک ہی جڑ ہے۔ ترجمے کرتے وقت بہت لوگ کبھی جڑیں بھی ترجمہ کرتے ہیں کیونکہ حقیقت کو نہیں جانتے ہیں اور ظاہری کوئی درخت سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی ظاہری درخت نہیں ہے اور اُس سے زیادہ حیران کُن بات یہ ہے کہ اِس درخت کی ایک ہی شاخ ہے۔ أَصْلُهَا ثَابِتٌ: اُس کی جڑ زمین میں بہت ہی مضبوط ہے۔ وَفَرْعُهَا: فرع، ف۔ر۔ اور ع، اُس کی جمع فروع ہے۔ اصل کی جمع اُصول، اصل سے ا۔ص۔و۔ اور ل، اُصول، Principles, Roots اور فرع کی جمع فروع ہے، Branches لیکن یہاں نہ اُصول ہے، نہ فروع ہے۔ ایک ہی اصل ہے اور ایک ہی شاخ ہے۔ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ: اور اُس کی شاخ آسمان میں ہے۔ کیا کسی شخص نے ایک ایسا درخت دیکھا ہے دُنیا میں؟ آج دُنیا میں بہت Research ہو چکی ہے، اتنے بڑے بڑے Telescope لگائے جارہے ہیں لیکن کسی نے ایسا درخت نہیں دیکھا ہے لیکن پھر بھی خدا اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ ایسا درخت ہے تو یقیناً ایسا درخت ہونا ہی چاہئے لیکن وہ جسمانی درخت نہیں ہے، وہ روحانی درخت ہے، وہ عقلانی درخت ہے، وہ علم وحکمت کا درخت ہے اور یہ درخت جو ہے ایک

لحاظ سے عالمِ امر میں ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ عالمِ خلق میں ہے۔ آپ قرآنِ کریم میں سورۂ جنّ کو دیکھیں اور پڑھیں۔ جب پیغمبر وعظ ونصیحت فرماتے تھے تو اُس میں جِنّات بھی شرکت کرتے تھے۔ آج جب مولا کی تشریف آ رہی ہے کسی بہت ہی مبارک موقع پر کوئی Advance مومن ہو تو مولا کے ساتھ جِنّات کو بھی دیکھ سکتا ہے لیکن ہم جیسے عوام کے لئے مولا کا جسمانی دیدار ہو رہا ہے لیکن وہی امام جِنّات میں سے جو اچھے جنّ ہیں اُن کو فرشتے کہتے ہیں اور جو بُرے ہیں اُن کو شیاطین کہتے ہیں۔ جس طرح دُنیا میں جو اچھے انسان ہیں وہ ملائکہ کی طرح ہیں، فرشتوں کی طرح ہیں، بُرے جو ہیں وہ شیاطین کی طرح ہیں لیکن امام جو ہے دونوں کا مالک ہے، وہ بیک وقت عالمِ امر کا بھی مالک ہے اور عالمِ خلق کا بھی مالک ہے اور وہی ذاتِ پاک ہے اُس کے ذریعے سے عالمِ امر عالمِ خلق میں اور عالمِ خلق عالمِ امر میں بدلتا جا رہا ہے۔ تو آپ نے دیکھا کہ چڑھنا، آسمان کی طرف چڑھنا بھی ہے اور نیچے اُترنا بھی ہے اور وہ سیڑھی جس نے دونوں کو Cover کیا ہے وہ دُنیا میں ہادیٔ برحق ہے۔ پھر اُس کی شان کیا ہے؟ اُس کی شان ایسی ہے کہ پورے سال میں، بغیر کسی موسم کے فرق کے، خواہ وہ موسمِ بہار ہو، Spring ہو، Summer ہو، Autumn ہو یا Winter ہو، بارہ مہینے پھل دیتا رہتا ہے اور اُس میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں وہ پھل نہ دیتا ہو۔ تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْن: یعنی ہمیشہ وہ پھل دیتا رہتا ہے۔ اُس کے لئے مولا فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ ہی ہوں خواہ آپ اُس دُنیا میں ہیں خواہ اِس دُنیا میں ہیں، آپ لوگوں کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تو قربان جائیں، اب یہ وحی کا تعلق اِسی سفر سے ہے۔ آپ اِس کو ''سفر کرنا'' کی اصطلاح استعمال کریں یا اُترنے اور چڑھنے کی اصطلاح استعمال کریں، بات ایک ہی ہے۔ اب یہ وحی جو ہے عام اصطلاح میں، عربی زبان میں وحی اشارے کو کہتے ہیں لیکن اشاروں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ خود قرآنِ کریم میں زمین کی طرف اشارہ کرنے کا ذکر ہے، شہد کی مکھی کی طرف اشارہ یا وحی کرنے کا ذکر ہے، حضرتِ زکریا علیہ السّلام نے اپنی قوم کو اشارہ کیا، کلام نہیں کیا، یہ ذکر بھی ہے اور ایسی دوسری بہت سی آیات ہیں کہ جن میں لفظِ وحی عام سے عام بھی ہے اور خاص سے خاص بھی ہے اور یہاں ہم جس وحی کی بات کر رہے ہیں اُس کا تعلق خاص وحی سے ہے، اور خاص وحی کو انبیائی وحی کہتے ہیں، یعنی Prophetic Revelation، یعنی وہ وحی جس کا تعلق انبیائے کرام سے ہے، وہ سب سے اُونچے درجے کی وحی ہے۔ اب عالمِ خلق میں وحی کے درجے تک انسان کس طرح پہنچتا ہے، یہ سمجھنا ضروری ہے۔ اور اماموں کی، پیروں کی، حجّتوں کی، داعیوں کی یہی تعلیم رہی ہے۔ امام کی تعلیم کوئی نچلے درجے کی یا درمیانی درجے کی نہیں ہوتی ہے، اُس کی مقدس تعلیم بہت ہی اُونچے درجے کی ہوتی ہے لیکن اُس اُونچے درجے کی تعلیم کو سمجھنے

کے لئے پیروں نے، داعیوں نے مثالوں کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے تو اُن میں سے چند مثالیں یہاں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو پھر وحی کے درجے پر پہنچنے کے لئے بنیادی طور پر دو Conditions ہیں۔ اُس کی Sub-conditions تو بہت ہوسکتی ہیں لیکن دو بنیادی Conditions ہیں۔ اُن میں سے ایک جو شرط ہے، Condition ہے وہ اخلاق ہے، Ethics، جس کے بارے میں مولانا حاضر امام بار بار فرماتے رہتے ہیں، شاید مشکل سے کچھ ایک فرمان ایسا ہوگا جس میں مولا Ethics کا ذکر نہیں فرماتے ہوں۔ Ethics جو ہیں سب سے ضروری کیوں ہے؟ سب سے ضروری اِس لئے ہے کہ انسانی روحانی ترقی کے لئے جب انسان اخلاقی لحاظ سے کام نہیں کرتا ہے تو اُس کے راستے میں رکاوٹیں خود بخود پیدا ہوجاتی ہیں مثلاً جھوٹ بولنا اور اُس کے مقابلے میں سچ بولنا، کسی کو قتل کرنا، کسی کو زندہ کرنا۔ ایسی جو ہیں متضاد دُنیا میں بہت ساری صفات ہیں، جو ضِد ہے وہ شیطان کی تعلیم ہے اور جو خیر کی طرف کی ہے وہ زمانے میں ہادئ برحق امام کی تعریف ہے۔ تو اِس لئے اخلاق پر شروع ہی سے اسلامی تعلیم میں اخلاق کی بہت بڑی Importance ہے، اہمیت ہے۔ تو آپ نے اگر پیغمبر کی زندگی کے بارے میں پڑھا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ نُبوّت ملنے سے پہلے آنحضرت اور یقیناً ہر پیغمبر اخلاقی لحاظ سے اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے Example ہوتے تھے، نمونہ ہوتے تھے اور قرآنِ کریم میں پیغمبر کے بارے میں آیا ہے:

وَ إِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (۶۸:۴)

خداوند فرماتے ہیں کہ تُو جو ہے اخلاقی لحاظ سے بہت ہی اُونچے مرتبے پر ہو۔ تو اِسی طرح آپ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں پڑھیں، دوسرے پیغمبروں کے بارے میں پڑھیں، وہ کتنے عاجز تھے، کتنے Humble تھے اور پھر پیغمبر خود اُن کی شان میں خاص کردہ الفاظ آپ کو ضرور یاد ہوں گے کہ پیغمبر کے دو Title تھے، ایک الصّادق۔ صادق: ص۔ا۔د۔ اور ق، یہ صدق سے ہے، سچائی سے ہے۔ پیغمبر کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے خواہ وہ اُن کے خلاف کیوں نہ ہو، کسی دُنیاوی فائدے کے لئے کبھی پیغمبر جھوٹ نہیں بولتے تھے، الصّادق۔ دوسرا Title اُن کا الامین، کہتے ہیں کہ تمام لوگ اپنی امانتیں پیغمبر کے پاس چھوڑتے تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ پیغمبر اُن کی امانت میں کبھی خیانت نہیں کریں گے، کبھی Fraud نہیں کریں گے۔ اِس لئے سب سے اوّلین جو شرط ہے وہ اخلاق کی ہے۔ اِس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی زمیندار نے اپنے کھیت کو ہل چلایا، اچھی طرح سے اُس کو نرم کیا، اب وہ اُس میں بیج ڈالنے کے قابل ہوگیا لیکن پہلے سے یہ زمین تیار نہ ہو، پتھریلی ہو یا اُس میں نمکین ہو اور

دوسری ایسی چیزیں ہوں، اُس میں اگر بیج ڈالا بھی جائے تو بیج جو ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح مومنین و مومنات کو سب سے پہلے اخلاقی لحاظ سے بلند پائے پر ہونے کی ضرورت ہے اور اُس کے لئے تعلیمات اماموں نے دی ہے، کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، ہر لحاظ سے اماموں نے ہمیں راستہ بتایا ہے۔ اُس کے بعد دوسری بڑی شرط جو ہے وہ اسمِ اعظم ہے۔ اسمِ اعظم کے بارے میں قرآنِ کریم میں آیا ہے:

إِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ (۳۵:۱۰)۔ فرماتے ہیں کہ خدا کا پاک کلمہ اوپر کو اُڑتا ہے، بلندی پر چڑھ رہا ہے لیکن اِس بلندی پر چڑھنے میں کس چیز کی ضرورت ہے؟ **إِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهُ**: یہ پاک کلمہ جو ہے اِس کو منزل تک پہنچنے کے لئے عملِ صالح اُس کو اوپر اُٹھاتا ہے، Push کرتا ہے۔ تو یہ عملِ صالح، اخلاق کے اندر آ گئے تو پہلے سے کوئی اخلاق کے لحاظ سے تیار ہو اور ایسے شخص کو اسمِ اعظم ملے تو پھر اُس کی ترقی کا کیا کہنا! تو ابھی بات انبیاء کی ہوتی ہے تو انبیائے کرام وحی کے درجے پر کس طرح پہنچتے تھے۔ تو اسمِ اعظم کے لئے آپ سب کو علم ہے کہ خدا کی خدائی میں چھ بڑے پیغمبر ہوئے ہیں۔ یہ بڑے پیغمبروں کو اسماعیلی مذہب کی اصطلاح میں ناطق کہتے ہیں اور ناطق کی جمع نطقاء ہے۔ جس طرح عالم کی جمع علماء ہے اِسی طرح ناطق کی جمع نطقاء ہے۔ تو دُنیا میں جتنے یہ نطقاء آئے ہیں، مشہور جو ہیں حضرت آدم، حضرتِ نوح، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ، حضرتِ عیسیٰ اور آنحضرت، چھ بڑے ناطق ہیں۔ اِن میں سے ہر ناطق کو اپنے زمانے کے امام نے اسمِ اعظم سے نوازا تھا۔ چونکہ ناطق ایک بہت بڑی ہستی ہوتی ہے، وہ ایک صاحبِ شریعت ہوتا ہے تو اِس لحاظ سے وہ امام جو ناطق کو اسمِ اعظم دیتا ہے اُن کے لئے ایک خاص اصطلاح ہے، اُس کو یا اُن کو امامِ مقیم کہا جاتا ہے۔ امامِ مقیم، یہ بہت بڑی اصطلاح ہے اسماعیلی مذہب میں۔ مثلاً حضرتِ آدم علیہ السّلام کو اسمِ اعظم دینے والے مولانا ھُنید تھے۔ اِسی طرح ہوتے ہوتے آنحضرت کو اسمِ اعظم دینے والے مولانا ابو طالب تھے، مولانا ابو طالب کا اصل نام عمران تھا۔ مولانا ابو طالب کا اصل نام عمران تھا اور اُن کا ذکر سورہ نمبر ۳، اور آیت نمبر ۳۳۔ ۳۴۔ وہاں پر آیا ہے آلِ عمران:

إِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفَى آدَمَ وَ نُوحاً وَ آلَ إِبۡرَاهِيمَ وَ آلَ عِمۡرَانَ عَلَى الۡعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعۡضُهَا مِن بَعۡضٍ وَ اللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۳:۳۳۔ ۳۴)۔ تو آنحضرت کو مولانا عمران نے اسمِ اعظم دیا۔ تو چونکہ پیغمبروں کی ہستی آپ دیکھتے ہیں کتنی پاکیزہ ہوتی ہے، اُن کی ترقی جو ہے بہت ہی جلدی ترقی ہوتی ہے۔ ابھی اسمِ اعظم مل گیا، یہاں سے کس طرح ترقی ہوتی ہے؟ کہتے ہیں کہ جن کی ترقی ہوتی ہے وہ صرف چالیس دن میں اُن کو پہلی روشنی نصیب ہوتی ہے۔ اِس کے لئے حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ خدا فرماتا

ہے: خَمَّرْتُ طِیْنَۃَ آدَمَ بِیَدَیَّ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحا۔[۴] میں نے آدم کی مٹی کو چالیس صبحوں میں گوندھا۔ یہاں یہ ایک مثال ہے، یہاں کوئی ظاہری، نہ وہاں کوئی آٹا تھا نہ پانی۔ خدا نے آدم کی جس مٹی کو گوندھا اُس سے مراد ذکر ہے۔ جب سالک، سالک معنی روحانی راستے پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں، یہ اصطلاح یاد کیجئے شاید بار بار استعمال ہوگی۔ جب سالک روحانی راستے پر چلنے لگتا ہے اور کثرت سے ذکر کرتا ہے تو اُس ذکر سے روحانی شخصیت بننے کے لئے گویا گوندھا ہوا جو آٹا ہوتا ہے یہ اُس کی ایک مثال ہوتی ہے۔ جس طرح ظاہری آٹے کو گوندھنے سے اُس سے روٹیاں یا الگ الگ قسم کی چیزیں بناتے ہیں اِسی طرح جو ذکر ہے کثرتِ ذکر، جب مومن کثرتِ ذکر کرتا ہے، جب سالک کثرتِ ذکر کرتا ہے تو اُس کثرتِ ذکر سے اُس کی روحانی شخصیت بنتی جارہی ہے اور یہاں تک کہ وہ نور دیکھنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ اِس کے اندر دو باتیں ہوتی ہیں، یہ دو باتیں یہ ہیں کثرتِ ذکر کے نتیجے میں ایک تو مومن کو اطمینان:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب (۱۳:۲۸)

یہ سورہ نمبر ۱۳ ہے اور آیت نمبر ۲۸ ہے کہ مومنین و مومنات کو ذکرِ الٰہی سے اطمینان نصیب ہوجاتا ہے، دُنیا کے افکار ابھی ختم ہوجاتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ساتھ صِبْغَۃُ اللّٰہ یہ ایک قرآنی اصطلاح ہے، خدا کا رنگ۔ یہ سورہ نمبر ۲ میں ہے اور آیت نمبر ۱۳۸ ہے۔ تو مطلب یہ ہے ایک طرف سالک کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے رنگ، بہت تیز روشنی اور الگ الگ قسم کے رنگ اُس کو، سالک کو دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہتے ہیں یہاں تک ترقی پیغمبر کی بھی ہوتی ہے، مومن کی بھی ہوتی ہے اور کبھی کبھار دوسرے لوگ جو امام شناس نہیں ہیں، جن کو امام سے ذکر نہیں ملا ہے لیکن اپنے راستے سے اُنہوں نے کچھ ریاضت کی ہے تو اُس کے نتیجے میں اُن کو بھی یہ روشنیاں دکھائی دیتی ہیں۔ کیونکہ یہ مرتبہ جو ہے رُوحِ حیوانی کا ہے۔ یہ رُوحِ حیوانی پر زور ہوکر اُس سے یہ روشنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بزرگانِ دین نے فرمایا کہ یہ روشنی مومنین کے لئے مبارکبادی ہے، بُشارت ہے۔ تو میں اس نور کی بات کررہا تھا کہ جو امام کی ہدایت کے مطابق یہ نور جن کو ملے تو اُن کے لئے بہت بڑی مبارکبادی اور بُشارت ہے کہ اِس کے بعد اصل اُن کی روحانی ترقی ہوگی لیکن دوسروں کے لئے کہتے ہیں یہ روشنی بہت ہی خطرناک ہوتی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ خدا کی روشنی ہے حالانکہ یہ خدا کی روشنی نہیں ہے، یہ نفسِ حیوانی، Animal Soul کی روشنی ہے اور اِس میں گُم جانے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ اب اِس کے بعد جو نیک بخت ہیں، انبیائی وحی کا آغاز ابھی ہورہا ہے۔ تو انبیائی وحی کا آغاز کے لئے اِس کے بعد جو شرط ہے اُس کے لئے پیغمبر نے فرمایا کہ: مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ کہ مرنے سے

پہلے مرو۔ آپ سب نے بارہا اِس کو سُن لیا ہوگا۔ ایک تو انسان کی جسمانی موت ہے اور ایک مرتبہ مرا تو واپس دُنیا میں نہیں آ سکتا ہے لیکن یہ نفسانی موت ہے۔ اِس نفسانی موت میں انسان اپنے نفسِ امّارہ پر Control کرتا ہے، اُس پر غالب آتا ہے، اُس کو مسلمان بناتا ہے۔ تو یہاں سے جو ہے اصل وحی کا یہاں سے آغاز ہوتا ہے۔ تومو توا قبل ان تموتوا کے نتیجے میں انسان کی ذاتی قیامت برپا ہوتی ہے۔ یہ ذاتی قیامت سات رات آٹھ دن تک جاری رہتی ہے اور اِس کے اندر چار بڑے فرشتے حضرتِ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل مل کر کام کرتے ہیں اور اِس میں سالک یا مومن کے ظاہری اور باطنی حواس کے درمیان جو پردہ ہے اُس پردے کو ہٹایا جا رہا ہے اور ہٹانے کے بعد تو جو میں نے پہلے سے عرض کیا کہ ائمّۂ طاہرین، انبیائے کرام آخرت میں بھی ہوتے ہیں، دُنیا میں بھی ہوتے ہیں اور اُس کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ ایسے عارفینِ حق جو ہمارے بزرگ ہیں، پیر صدرالدّین، پیر حسن کبیرالدّین، پیر ناصرِ خسرو اور دوسرے عظیم بزرگ، سب اِسی تجربے سے گزرتے ہیں۔ اِس لئے تو وہ آخرت کی باتیں کر سکتے ہیں۔ سُنی سُنائی باتوں سے نہیں، وہ روحانی آنکھوں سے دیکھ کر باتیں کرتے ہیں۔

In Ginan called: "Sakhi mahapad keri waat", Pir Sadr Din describes many many things which he had seen and then in his final verse he says that my Lord, my Shah, he is not just talking about, we should just not talk about him and we should see him, and he says: "Main ne to najare sun deetha". So he says quite publicly that I have seen all these things with my eyes. [۵]

پیر ناصر خسرو فرماتے ہیں:

گر من درین سرای نبینم در آن سرای

امروز جای خویش چه باید بصر مرا [٦]

اِس دُنیا میں ہوتے ہوئے اُس روحانی دُنیا میں میرا کیا مرتبہ ہے اُس کو اگر میں دیکھ نہ سکوں تو پھر میری آنکھیں ہونے کا کیا فائدہ؟

تو اِس لئے اماموں کے ساتھ جن اماموں نے اِن عظیم روحوں کو علم دیا ہے باطنی طور پر، وہ سب روحانی دُنیا کو دیکھ سکتے

ہیں۔اب اِس مرحلے پر قرآنِ کریم میں جو خاص وحی کا ذکر ہے وہ تین درجوں میں ہے لیکن تین درجوں سے پہلے پیغمبر نے حدیث میں فرمایا ہے کہ وحی خاص اور عام ملا کر چھیالیس (۴۶) قسمیں وحی کی ہوتی ہیں۔

اُس میں بیداری میں حضرتِ جبرائیل اور دوسرے Angels آتے ہیں، خواب میں آتے ہیں۔ کہتے ہیں اِن چھیالیس قسموں میں سے خواب، مومن اور پیغمبر کے درمیان مشترک ہوتا ہے، اِن کو نورانی خواب کہتے ہیں یا رُویائے صادقہ کہتے ہیں، سچے خواب یا Technical نام اِن کا مُبَشِّرَات ہے [۷] یعنی ایسے خواب جن کے اندر اُن کو بشارت دی جاتی ہے، خوشخبریاں دی جاتی ہیں۔تو ابھی جو خاص وحی شروع ہو رہی ہے اُس کے لئے خدا اور سالک کے درمیان پانچ واسطے ہیں۔ واسطہ معنی English میں Intermediary۔ اُردو میں وسیلہ، واسطہ یہ اصل میں دونوں عربی ہیں، اُردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔پیغمبر نے فرمایا: بَیْنِیْ وَ بَیْنَ رَبِّیْ خَمْسُ وَسَائط۔[۸] میرے اور میرے ربّ کے درمیان پانچ وسیلے ہیں، اور وہ کیا ہیں؟ سب سے پہلے: القلم و اللوح و اسرافیل و میکائیل و جبرائیل۔

یہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں، جب سالک ترقی کرتا ہے تو یہ پیچھے رہ جاتے ہیں لیکن شروع شروع میں وحی لانے کے لئے یہی فرشتے ہیں۔قلم کو عقلِ کُل کہتے ہیں فلسفے کی زبان میں، لوح کو نفسِ کُل کہتے ہیں اور باقی فرشتوں کا نام تو آپ کو معلوم ہے۔تو سب سے آخری درجے میں جو وحی لاتا ہے وہ حضرت جبرائیل اُن کا نام ہے۔ اِن فرشتوں کو بھی قرآن میں رُسُل کہا گیا ہے یعنی دو قسم کے رسول ہیں۔ایک قسم کے رسول فرشتوں سے ہیں جو عالمِ امر سے انسانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔پھر انسانوں میں سے رسول ہیں جو خدا کے احکام کو، Message کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اِن کا ذکر قرآن میں سورہ نمبر ۲۲ اور آیت نمبر ۷۵ ہے، Chapter 22 and Verse 75۔تو یہ میں نے گزارش کی کہ ابتدائی درجے کی وحی میں یہ ہے لیکن جب ایک پیغمبر ترقی کرتے کرتے معراج تک پہنچ جاتا ہے تو پھر یہ دوسرے فرشتے جو ہیں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔اب یہ آخری درجے کے تین جو Categories ہیں وہ قرآنِ کریم میں اِس طرح ہیں:

یہ سورہ نمبر ۴۲، Verse 51۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ (۴۲:۵۱)

کہتے ہیں جب تک انسان بشر ہے، کُلّی طور پر فرشتہ نہیں بنا ہے تو جب تک وہ بشر بھی ہے اور ملائکہ بھی ہے، بشری حالت ابھی تک باقی ہے تو اُس صورت میں کسی انسان کے لئے وحی کے تین طریقے ہیں اور اِن تین طریقوں کے بغیر براہِ راست خدا

تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے، یعنی خدا کسی بشر سے کلام نہیں کرتا ہے، صرف تین صورتوں میں :

وَحیًا : اِس کو وحیٔ خاص کہتے ہیں۔

أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَاب : پردے کے پیچھے سے۔

أَوْ یُرْسِلَ رَسُولًا : یا کسی رسول کو بھیج دیتا ہے، جس طرح حضرت جبرائیل ہیں یا جبرائیل کے بارے میں آپ نے سُنا ہے کہ کبھی وہ سلمانِ فارسی کی صورت میں، کبھی دحیہ کلبی کی صورت میں پیغمبر کے پاس نمودار ہوتے تھے۔ تو سب سے نچلا درجہ جو ہے رسول کا ہے۔ اُس سے جب ترقی آگے جاتی ہے تو خدا کے لئے ابھی کسی رسول کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، کسی Intermediary اور وسیلے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے تو خدا براہِ راست خود کلام کرتا ہے لیکن پردے کے پیچھے سے۔ اِس سے بھی آخری درجے تک جب انسان پہنچتا ہے، سالک پہنچتا ہے، فنا فی اللہ کے مقام تک جو کوئی پہنچتا ہے، جس طرح آنحضرت کے بارے میں آیا ہے: قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (۵۳:۹)۔ یعنی کمان کے دو فاصلے یا اُس سے بھی کم۔ اُس سے کم سے مطلب جو ہے ابھی وہ فنا فی اللہ کا مرتبہ ہوتا ہے۔ جو سالک ہوتا ہے جا کر خدا میں Merge ہو جاتا ہے۔ جب یہ مقام آتا ہے تو پھر خدا کا ظہور ہوتا ہے براہِ راست، کہتے ہیں لیکن اُس ظہور میں خدا کبھی کلام نہیں فرماتا ہے۔ کلام جب فرماتا ہے تو پردے کے پیچھے سے کرتا ہے لیکن دیدار دینا ہو، اِس کو رؤیت کہتے ہیں۔ رؤیت، رؤیت عربی ہے اور دیدار فارسی ہے۔ جب براہِ راست دیدار دینا ہو تو اُس میں کلام نہیں ہوتا ہے، صرف بلند درجے کے کچھ اشارات ہوتے ہیں۔ یہ آخری درجے کی وحی ہے، یہاں پر جا کر سالک یا راہِ روحانیت پر چلنے والا ابھی سالک جو ہے وہ عارف بن جاتا ہے۔ اب وہ خدا کو صحیح معنوں میں اپنے چشمِ باطن سے دیکھ سکتا ہے۔

تو علیٔ زمان کی نورانی تائید سب کے ساتھ رہے۔ تو وحی کا Subject اتنا اہم ہے اور ہمارے اماموں کی یہ ہدایت ہے کہ جس طرح حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام، مولا فرماتے ہیں تم میرا جیسا بننے کی کوشش کرو۔ تو مومنین و مومنات! دیکھ رہے ہیں کہ یہ راستہ کتنا مشکل ہے، مشکل تو ہے لیکن ناممکن نہیں ہے مومنین کے لئے اور مومنات کے لئے۔ مومنین و مومنات کے لئے ہر چیز آسان ہوگئی ہے کیونکہ اُن کے سامنے ہادیٔ برحق کی ہدایت سامنے ہے، روشنی سامنے ہے، لیکن صرف ہمّت کی ضرورت ہے اور پھر اُس کے لئے دیکھا کہ اخلاق کی کتنی ضرورت ہے، پاکیزگی کی کتنی ضرورت ہے اور دُنیا میں اگر پھنس جائے تو کتنی عظیم دولت ہم اپنے ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔ مولا ہمیں اِس غلطی سے سب کو بچائے، سب کو عالی ہمتی

دے اور دینِ حق کے یہ جو حقائق ہیں، بلند حقائق، اِن کو ہمیں سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کی عالی ہمتی سے نوازے۔ آمین، یا ربّ العلمین۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 25th September, 2022.

حواشی

[۱]: حکیم پیر ناصر خسرو، وجہِ دین، حصۂ دوم، کلام ۴۶۔ اردو ترجمہ از علامہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی، شائع کردہ دانشگاہِ خانۂ حکمت/ادارۂ عارف، ص ۴۰۰

[۲]: Message، از مولانا حاضر امام برائے اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کراچی، ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ملاحظہ ہو کتاب کارنامۂ زرین حصۂ سوم، ص ۲۱

[۳]: حضرت امام سلطان محمد شاہؑ، The Memoirs of Aga Khan (لندن، ۱۹۵۴ء)، ص ۱۷۷

[۴]: علامہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی، ہزار حکمت (کراچی، ۱۹۹۶ء)، ص ۴۲، حکمت نمبر ۴۰: ''اربعین''۔

[۵]: گنان: سکھی مہا پد کیری وات۔ ملاحظہ ہو کتاب: گنان شریف مع ترجمہ والفاظ معانی، حصۂ سوم، شائع کردہ: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان (کراچی، ۱۹۹۴ء)، صص ۳۷-۴۰

[۶]: سیدنا ناصر خسرو، دیوان، تحقیق حاجی سید نصر اللہ تقوی (تہران، ۱۳۶۷ شمسی/۱۹۸۸ء)، ص ۷

[۷]: علامہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی، کتاب العلاج (کراچی، ۱۹۹۸ء)، قرآنی علاج، ص ۸۹-۹۰؛ علمی علاج، ص ۴۸

[۸]: علامہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی، ولایت نامہ، چاپِ دوم (کراچی، تاریخ ندارد)، ص ۱۵؛ نیز دیکھئے: سیدنا ناصر خسرو، خوان الاخوان (تہران، ۱۹۵۹ء)، ص ۱۹۹

https://global-lectures/courses/the-holy-quran-challenges-and-difficulties-of-studying-it/

Global Lectures Series 01

Lecture 04: The Holy Qur'an: Challenges and Difficulties of Studying it

Date: 20 February 2022

Lecture by: Dr. Baḥru'l-ʿulūm *ṣāḥib*

مومنین ومومنات! آج کا یہ Topic جس طرح آپ نے فرمانِ مبارک میں پڑھا،تو بہت مشکل ہے لیکن اِس کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم یہ فرماتا ہے کہ اُس نے قرآنِ کریم کو آسان بنایا ہے۔تو یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ خدا نے ایک طرف آسان بنانے کا اعلان فرمایا ہے اور اِس کے باوجود آپ عالمِ اسلام میں دیکھیں تو بڑے بڑے اسکالر جو اسلام میں گزرے ہیں اُنہوں نے قرآنِ کریم کی مشکلات،قرآنِ کریم کی مشکلات پر کتابیں لکھی ہیں۔اُن میں سے ایک بہت ہی مشہور کتاب ''مشکل القرآن'' کے نام سے ابنِ قتیبہ کے نام سے ایک عالم نے کتاب لکھی ہے۔یہ ایک مثال ہے،دوسری اور بہت ساری مثالیں ہیں۔تو اِس کا اصل Reason کیا ہے؟ اِس کا سبب کیا ہے؟ کہ خدا کے فرمانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لئے مشکلات ہیں،یہ بھی نہیں بلکہ کچھ آیات میں خدا خود فرماتا ہے کہ قرآن جو ہے سمجھنے میں بہت ہی مشکل ہے۔اب میں اِس سلسلے میں کوشش کروں گا کہ آپ کے لئے چند مثالیں میں پیش کروں قرآنِ کریم میں تو اُن مشکلات کا اصل سبب کیا ہے؟ مثلاً سب سے پہلے خدا جہاں فرماتا ہے کہ اُس نے قرآنِ کریم کو آسان بنایا اور اِس کے ساتھ ساتھ فرماتا ہے کہ تمہارے دین میں میں نے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔اِس سلسلے میں فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۲۲:۷۸)

یہ سورہ نمبر ۲۲ ہے اور آیت نمبر ۷۸ ہے۔خدا فرماتا ہے،اور دین کے بارے میں میں نے تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے یعنی دین کے اندر بڑی کشادگی ہے،کوئی رُکاوٹ نہیں ہے۔پھر اور آیات میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۵۴:۱۷، ۵۴:۲۲، ۵۴:۳۲، ۵۴:۴۰)

اور فرماتا ہے کہ یقیناً ہم نے قرآنِ کریم کو آسان بنایا ہے ذکر کے لئے۔کیا کوئی شخص ہے جو خدا کا ذکر کرتا رہے؟ یہ سورہ نمبر ۵۴ ہے اور اِس سورے میں چار مرتبہ اِس آیت کا ذکر آیا ہے جس میں [آیت نمبر] ۱۷ ہے، ۲۲ ہے، ۳۲ ہے اور ۴۰ ہے۔اِن چار آیتوں میں اِس آیت کا ذکر آیا ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ خدا کیا فرماتا ہے قرآنِ کریم کے بارے میں؟ فرماتا

ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ (۳:۷)

خدا فرماتا ہے کہ خدا نے قرآن نازل کیا اور اِس کے اندر دو قسم کی آیات ہیں، آیاتِ محکمات ہیں اور آیاتِ متشابہات ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ آیاتِ متشابہات کے معنی صرف خدا ہی جانتا ہے اور خدا کے ساتھ وہ حضرات اِس کے معنی کو جانتے ہیں جو علم میں بہت ہی پختہ ہیں۔ تو یہاں آپ دیکھتے ہیں کہ خدا خود قرآن سمجھنے میں کیا مشکلات ہیں کہ اِس کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا نہیں ہے۔ خاصانِ خدا، جو خدا کے برگزیدہ حضرات ہیں، جو علم میں پختہ ہیں صرف وہ حضرات قرآن کی آیاتِ متشابہات کے معنی یا تاویل کو سمجھتے ہیں اور ہر کسی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ تو اِس کا اصل سبب کیا ہے؟ کہ دو قسم کی یہ آیات ہیں جو ایک دوسرے کو کاٹتی ہیں جس کو English زبان میں Contradiction کہتے ہیں، تضادات کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں آپ کو ایسی بہت سی آیات ملیں گی۔ اگر آپ ایک آیت کی بنیاد پر کوئی اپنی دلیل ثابت کرنا چاہیں تو اُس کے مقابلے میں دوسری آیت ملے گی جو اُس کے ضد میں ہے، اُس کے خلاف آپ کو دکھائی دے گی۔ تو اِسی سلسلے میں میں کچھ آیات، جس طرح میں نے عرض کیا تو اِس کا اصل سبب کیا ہے، میں اِس سلسلے میں آپ کے لئے کچھ مثالیں دوں اور آج جو ہے ہم صرف مشکلات کی بات کریں گے اور جو آنے والا جو لیکچر ہوگا اگر مولا کی تائید شاملِ حال رہی، سب کی دُعائیں شاملِ حال رہیں تو پھر قرآن کس طرح آسان خدا نے بنایا ہے اور کس طرح مومنین کے لئے قرآن کو آسان کر دیا گیا ہے اِس سلسلے پر بات چیت ہوگی۔

آج مشکلات کی بات ہے۔ سب سے پہلے یہ ہے کہ خود خداوند قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں کہ اُس نے جو کچھ بنایا ہے، وجود دیا ہے، اُس کے دو پہلو ہیں۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (۷:۵۴)

آگاہ رہو کہ عالمِ خلق اور عالمِ امر دونوں خدا کے ہیں اور عالمِ امر کی اصطلاح دعوتِ حق میں یعنی امامِ زمان کی جو دعوت جاری رہی ہے یہ بہت ہی اہم اصطلاح ہے عالمِ امر اور اُس کے مقابلے میں عالمِ خلق ہے۔ دونوں میں فرق کیا ہے؟ جس کو عالمِ امر کہا جاتا ہے وہ زمان اور مکان سے یعنی Time اور Space سے ایک بالاتر حقیقت ہے اور جو عالمِ خلق ہے وہ زمان اور مکان کے تحت ہے، اُس کے نیچے ہے۔ عالمِ خلق میں جو بھی چیزیں وجود میں آتی ہیں وہ فی الفور، Instantly، وجود میں نہیں آتی ہیں۔ اُن کے لئے مکان کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور زمان کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن عالمِ امر کی جو چیزیں ہیں: كَلَمْحِ

الْبَصَرِ (۱۶:۷۷)،قرآنِ کریم میں آیا ہے کہ وہ آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے یا آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلدی وجود میں آتی ہیں، مطلب اِس کا ہے کہ عالمِ امر میں کسی چیز کے وجود میں آنے کے لئے Time لگتا ہی نہیں۔

اب قرآنِ کریم میں کچھ آیات کا تعلق عالمِ امر سے ہے اور کچھ آیات کا تعلق عالمِ خلق سے ہے۔ اُس کی مثال آپ نے بارہا سُنا ہوگا کلمۂ کُن کے بارے میں۔ عربی میں کُن کے معنی ہیں ہو جاؤ لیکن اگر فارسی میں کُن سُنیں گے تو فارسی میں کُن کے معنی ہیں کرو اور عربی میں کُن کے معنی ہیں ہو جاؤ۔ یہ صرف میں زبان کی بات کر رہا ہوں کہ الگ الگ زبانوں میں ایک لفظ کے کس طرح معنی بدل جاتے ہیں۔ کئی ایک مرتبہ قرآنِ کریم میں کُن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ خدا فرماتے ہیں جب میں کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہوں تو اُس کے لئے میں کُن فرماتا ہوں اور وہ چیز Instantly، بغیر کسی Time کے وجود میں آتی ہے۔ دوسری طرف آپ نے یہ آیت بھی پڑھی ہوگی بلکہ یہ آیت بھی کئی مرتبہ قرآن میں اِس کا ذکر آیا ہے۔ خدا اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِیْ سِتَّةِ أَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ (۵۷:۴)

خدا کی ذاتِ پاک وہ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر ساتویں دن عرش پر مساواتِ رحمانی کو قائم کیا۔ مساواتِ رحمانی، مساوات برابری کو کہتے ہیں۔ چھ دن میں آسمانوں اور زمینوں کو بنایا اور ساتویں دن عام شریعت کے ترجمے میں کہتے ہیں کہ خدا جو ہے عرش پر بیٹھا۔ کوئی بھی دانشمند جانتا ہے کہ خدا کے لئے کسی ظاہری عرش کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ جس طرح ظاہری کوئی بادشاہ جو ہے اپنی شان دکھانے کے لئے تخت پر بیٹھتا ہے، خدا کو ایسی شان دکھانے کی ضرورت ہی کہاں سے ہوئی؟ وہ تو اللہ الصمد ہے، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے لیکن اِس کے اندر تاویلات ہیں اور ان شاء اللہ یہ تاویلات بعد میں آجائیں گی، لیکن یہاں جو فرق ہے، جو تضاد ہے، جو Contradiction ہے آپ اِس پر سوچ لیجئے کہ ایک طرف خدا فرماتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرماتا ہے ہو جاؤ، کُن اور وہ چیز وجود میں آتی ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور ساتویں دن عرش پر مساواتِ رحمانی کو قائم کیا، یہ دعوتِ حق کا ترجمہ ہے، ہمارے بزرگانِ دین نے جو ترجمہ کیا ہے۔ اب آپ ذرا سوچ لیجئے وہ خدا، وہ ذاتِ پاک جو ہر چیز کو کُن کے ذریعے سے پیدا کر سکتا ہے اُس کو چھ دن لگانے کی ضرورت کیوں پڑی؟ دنوں کی ضرورت تو ہم لوگوں کو پڑتی ہے، محتاج ہیں۔ ہم اپنے ارادے سے اپنے کام کو ختم نہیں کر سکتے ہیں، اُس کے لئے کوشش کی جاتی ہے، کتنے سارے دن اور مہینے اور سال لگ جاتے ہیں، لیکن خدا کی ذاتِ پاک جو ہے اِس سے بالاتر ہے۔ لیکن آپ مشکل کو سامنے دیکھ سکتے ہیں کہ خدا ایک طرف فرماتا ہے کہ وہ

جب چاہتا ہے کسی چیز کو پیدا کرنا تو کُن سے پیدا کرتا ہے۔ پھر خود ہی فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کے لئے چھ دن لگ جاتے ہیں اور ساتویں دن وہ عرش پر مساواتِ رحمانی قائم کرتا ہے۔

تو یہ ہے ایک، ابھی دوسری مثال دیکھئے۔ خود قرآنِ کریم کے بارے میں خدا کیا فرماتا ہے؟ کئی ایک آیات میں جن کا ذکر ان شاء اللہ آپ کو تحریری صورت میں مل جائے گا، یہ سب کے حوالے آپ کو دئے جائیں گے۔ تو کچھ آیات میں خدا فرماتا ہے کہ اُس کی جو کتاب ہے، خدا کی جو کتاب ہے وہ عالمِ امر میں کتابِ منیر ہے یعنی کتاب ایک ایسی صورت میں ہے جہاں سے روشنی جو ہے وہ بکھر جاتی ہے۔ کتابِ منیر، ایسی کتاب ہے کہ جس سے نور جو ہے سب کو ملتا جا رہا ہے، نورانی صورت میں ہے یہ کتاب، جسمانی صورت میں نہیں ہے۔ تو یہ کتاب نورانی صورت میں ہے اور دوسری اِس کتاب کی شان یہ ہے نورانی صورت کے ساتھ ساتھ یہ کتاب جو ہے کتابِ ناطق، بولنے کی صورت میں ہے۔ ظاہری کتاب قرآنِ کریم کو سامنے رکھیں تو پھر یہ کتاب بولنے والی کتاب نہیں ہے۔ آپ نے شاید یہ قصّہ سُنا ہوگا کہ جب معاویہ نے مولانا مرتضیٰ علیؑ کے خلاف بغاوت کی تو اُس زمانے میں اُنہوں نے قرآن کو نیزوں پر اُٹھا کر جنگ بند کرانے کی کوشش کی، کہ ہم اِسی قرآن کے فیصلے پر ہم چلیں گے۔ مولانا علیؑ نے فرمایا یہ قرآن تو خود کوئی فیصلہ کرنے والا قرآن نہیں ہے، قرآن کو کوئی پڑھ کر، سمجھ کر، اُس کے مطابق فیصلہ کرنے والا کوئی شخص ہوتا ہے، اور فرمایا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ [۱] ایک اور واقعہ مولانا مرتضیٰ علی کے بارے میں یہ ہے، کہتے ہیں کہ مولانا مرتضیٰ علی قرآنِ شریف کی تلاوت فرماتے تھے اور پڑھتے پڑھتے قرآنِ کریم میں جب اِس آیت تک پہنچے:

وَ لَدَيْنَا كِتَابٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ (۲۳:۶۲)

قرآنِ کریم میں اِس طرح ہے، تو خدا فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب بھی ہے جو سچ بولتی ہے۔

جب مولانا مرتضیٰ علی اِس آیت پر پہنچے تو مولا نے قرآنِ کریم کو سرِ مبارک پر رکھا اور پھر مولا قرآن سے پوچھتے ہیں:

یا کتابَ اللهِ انطق۔

یہ اِنطق اور ناطق کی Root ایک ہی ہے۔ اِنطق کے معنی بولو۔

یا کتابَ اللهِ انطق۔

اے خدا کی کتاب! بول۔ اِس میں بھی یہی حکمت تھی کہ مولا فرماتے تھے یہ ظاہری قرآن جو کاغذ کی صورت میں ہے یہ بولنے والی کتاب نہیں ہے، بولنے والی کتاب میں ہوں۔ تو آپ نے دیکھا کہ جو عالمِ امر میں قرآن کی جو حیثیت ہے وہ ایک

جسمانی حیثیت نہیں ہے، وہ کاغذ کی صورت میں نہیں ہے بلکہ روحانی کیفیت میں ہے۔ نور کی صورت میں ہے اور وہاں نورانی صورت میں کتاب بول سکتی ہے۔ اِس کے مقابلے میں عالمِ خلق میں پیغمبرانِ کرام نے جو جو کتابیں لائیں ہیں، شروع سے لے کر آنحضرت کے دور تک، اِن کتابوں کو صحف بھی کہتے ہیں۔ صحفِ ابراہیم، صحفِ موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کا بھی نام لیا گیا ہے۔ اِس کے ساتھ تورات ہے، انجیل ہے، انجیل کے بعد زبور ہے اور فرقانِ محمدی یعنی قرآنِ کریم ہے۔ یہ تمام کتابیں الگ الگ نہیں ہیں، یہ تمام کتابیں کتابِ منیر میں ایک ہی ہیں اور جس برگزیدہ ہستی کو خدا پیغمبر کے طور پر دُنیا میں بھیجتا ہے سب سے پہلے نورانی صورت میں اِن پیغمبروں کو تعلیم دی جاتی ہے، نورانی صورت میں پیغمبروں کو تعلیم دی جاتی ہے اور اِس کتاب میں سے جو کچھ اُس زمانے کی ضرورت کے مطابق لوگوں کو بتانا چاہیئے تو سب سے پہلے انبیائے کرام اِس کتاب کو ظاہری زبان کی صورت میں بیان کرتے ہیں، ظاہری زبان۔ یہ جسمانیت کی پہلی شکل ہے کیونکہ آواز سے جو حروف اور الفاظ بنتے ہیں یہ ظاہری شکل ہے اور جب پیغمبروں کے دل پر یہ نورانی کتاب اُترتی ہے تو وہ ہوا کی صورت میں نہیں ہے، وہ تجلّی کی صورت میں، نورانی کیفیت میں اُن کے قلبِ مبارک پر اِس کا نزول ہوتا ہے۔ یہی بات آنحضرت کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے، جب یہ نورانی کتاب پیغمبر پر اُترتی تھی تو حضرتِ جبرائیل علیہ السّلام اُن کو پیغمبر کے دل پر اُتارتے تھے اور پیغمبر کے دل میں یہ کتاب نورانی صورت میں ہوتی ہے، کوئی ظاہری کتاب کی طرح نہیں ہوتی ہے کہ اُس کا بوجھ اُٹھایا جائے اور یہ ہر پیغمبر کی شان ہے۔ کتابِ منیر میں علم الاوّلین والآخرین، Past، Future اور Present، ماضی، مستقبل اور حال کا جو بھی علم ہے وہ اِسی کتاب میں رکھا ہوا ہے۔ ربّ العزّت نے اِس کتاب کے اندر رکھا ہے کیونکہ وہ عالمِ امر ہے، نورانی کیفیت میں ہے، اُس کے لئے زمان اور مکان کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

قربان جائیں، یہی پیغمبر حضرات جو ہیں سب سے پہلے جب بیان کرتے ہیں دل کے اندر جو نورانی صورت میں ہے اُس کو بیان کرتے ہیں تو ظاہری الفاظ میں بیان کرتے ہیں تو الفاظ جو ہیں جسمانیت کی پہلی شکل ہے اور یہ شکلیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ کوئی پیغمبر عبرانی زبان میں آیا ہے، کوئی سُریانی زبان میں آیا ہے اور آنحضرت آپ سب جانتے ہیں عربی زبان میں آئے تھے۔ اِسی کتابِ منیر کو پیغمبر نے عربی زبان میں بیان فرمایا اپنے وقت کے لوگوں کے لئے اور اِس کے بعد جو ہے اِس کتاب کو کاغذ کی صورت میں لکھنے کے لئے پیغمبر حضرات کاتبانِ وحی، کاتبانِ وحی۔ کاتبان کاتب کی جمع ہے، لکھنے والے، Scribes۔ کاتبانِ وحی کو مقرر فرماتے ہیں، اور وہ حضرات اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے جو زبان ہوتی ہے اُسی میں لکھتے

جاتے ہیں اور پھر جو کچھ وہ لکھتے ہیں اُس کو جمع کر کے ایک کتاب کا نام دیا جاتا ہے جیسے صحف کا نام ہے، تورات کا نام ہے، انجیل کا نام ہے، زبور کا نام ہے اور قرآنِ کریم کا نام ہے، زبانوں کے لحاظ سے اور اپنے زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے۔

تو آپ نے دیکھا کہ یہاں پر بھی بہت بڑا فرق ہے۔ کتابِ منیر اور وہ کتاب جو کاغذ کی صورت میں ہے۔ تو کچھ حضرات کا یہ خیال ہے کہ خدا کی کتاب کو کوئی جب تک پاک نہ ہو Touch نہیں کر سکتا ہے، چھو نہیں سکتا ہے، لیکن قربان جائیں، آج زمانہ ایسا آیا ہے، اور تو اور، Moscow سے کئی مرتبہ قرآنِ کریم چھپ گیا ہے اور Communism نے تو یہ دعویٰ کیا کہ اُنہوں نے اپنے ملک سے خدا کا نام نکال ہی دیا ہے۔ اِس کے باوجود ظاہری قرآن کو وہ بھی چھو سکتے ہیں، جو خدا کے وجود سے منکر ہیں وہ بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں، کوئی اور رُکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہو سکتا ہے وہاں، لیکن وہ کتاب جس کو چھو نہیں سکتے ہیں، اِس سے مراد نورانی کتاب ہے، ظاہری کتاب نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ لکھنو میں ایک بہت مشہور خطاط تھے، Calligrapher، وہ ہندو تھے، اور بہت عرصے تک لکھنو سے بہت اچھی کتابیں چھپتی تھیں۔ تو مطلب جو ہے کہ یہ تضادات کی بات ہے کہ عالمِ امر میں جو کتاب ہے اُس کی کیا شان ہے اور جب وہ عالمِ خلق میں وہ کتاب آتی ہے اُس کے اندر ہیر پھیر کرنے کا بھی خطرہ ہے اور دوسرے بہت سارے خطرات ہیں لیکن وہ کتاب جس کو کوئی چھو نہیں سکتا ہے، اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا ہے، وہ کتاب نورانی صورت میں ہے اور اُسی نورانی صورت کے ساتھ پیغمبروں کے دل میں ہوتا ہے جو وہ خود نورانی ہوتے ہیں۔

قربان جائیں اِس کے بعد کچھ اور مثالیں ہیں کہ قرآنِ کریم انسانِ کامل کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟ انسانِ کامل سے مراد ہیں پیغمبرانِ کرام، ائمّہَ طاہرین اور وہ حضرات جو اُن کی تعلیم سے پاک ہو چکے ہیں، عقلی اور علمی لحاظ سے، یعنی امام کی دعوت دینے والے ہمارے بزرگانِ دین، حجّت اور پیر کے مرتبے میں اور عظیم داعیوں کے مرتبے میں، اُنہوں نے جو روحانیت حاصل کی تھی کہ چشمِ باطن، Inner Eye جس کو کہتے ہیں وہ اُن کی روشن ہو جاتی ہے۔ تو نورانی کتاب کو چھونے والے یہی حضرات تھے۔ اِن کے پاس قرآنِ کریم ہر لحاظ سے محفوظ ہے، کوئی اِس کے اندر اوپر نیچے نہیں کر سکتا ہے لیکن جب یہ کتاب عوام کے اندر آتی ہے تو قرآنِ کریم میں تو مشہور ہے کہ اگلی اگلی کتابوں میں لوگوں نے کیا ہیر پھیر کیا، اِس کو تحریف کہتے ہیں قرآن کی اصطلاح میں، Interpolation انگلش میں کہتے ہیں، کہ آیتوں کی جگہ کو بدل دیا جاتا ہے، غلط غلط جگہوں پر آیتیں رکھی جاتی ہیں اور یہ سارے بہت سارے Problems ہیں جو ان شاء اللہ بعد میں تفصیل سے اِس پر باتیں ہوں گی لیکن وہ کتاب جو

نورانی صورت میں ہے جو پیغمبروں کے بعد اُن کے جانشینوں میں ہوتی ہے یہ کتاب اِس کے اندر کوئی ہیر پھیر کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اُن کا ہاتھ پہنچ سکتا ہی نہیں وہاں لیکن جب ظاہری کاغذ پر لکھا جائے تو یہ کتاب ہر کسی کے ہاتھ میں پہنچ سکتی ہے تو اِس لئے میں انسانانِ کامل کی بات کرتا ہوں کہ انسانانِ کامل سے کون سی شخصیات مراد ہیں، اب اِن کے بارے میں خدا کیا فرماتا ہے؟ فرماتا ہے:

وَمَاتَشَاۗؤُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ (۷۶:۳۰،۸۱:۲۹)

فرماتے ہیں کہ اور تم صرف وہی چاہتے ہو جو خدا چاہتا ہے، اور تم صرف وہی چاہتے ہو جو خدا چاہتا ہے۔

اگر اِس کو لفظی طور سے تمام لوگوں کے لئے لاگو کیا جائے کہ ہر کس و ناکس کے لئے بھی یہ آیت استعمال کی جائے تو کیا ہوگا؟ جو بُت پرستی کرتا ہے وہ بھی خدا کے چاہنے سے کرتا ہے، جو جھوٹ بولتا ہے وہ بھی خدا کے چاہنے سے جھوٹ بولتا ہے اور اِسی طرح بہت سارے اعمال ہیں جو قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق نہیں ہیں لیکن لوگ کرتے جارہے ہیں تو یہ تمام بُرے اعمال جو عام انسان کرتا ہے اِس کا ذمہ دار خدا ہی ہے۔ تو اِس لئے پیر ناصرِ خسرو اِن لوگوں پر طنز کرتے ہوئے جو ایسی آیت کو عام لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں، کیا فرماتا ہے؟

عقوبت محال است اگر بُت پرست

عقوبت یعنی سزا دینا Impossible ہے، ناممکن ہے، اگر بُت پوجنے والا۔

عقوبت محال است اگر بُت پرست

بفرمانِ ایزد پرستد صنم [۲]

اگر بُت پوجنے والا خدا کے حکم سے بُت پرستی کرتا ہے تو خدا اُس سے بُت پرستی بھی کرائے اور پھر اُس پر اُس بیچارے کو سزا بھی دے، تو فرماتے ہیں یہ خدا کے لئے ممکن نہیں ہے، اُس کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ کسی انسان سے بُرا کام خود کرائے اور اُس غریب کو سزا بھی دے۔ تو پھر ایسی آیات کا کیا مطلب ہے؟ ایسی آیات پیغمبروں کے بارے میں ہیں، اماموں کے بارے میں ہیں، عارفانِ حق کے بارے میں ہیں کہ اُنہوں نے روحانی ترقی کر کے یہاں تک پہنچیں ہیں کہ اُن کا ارادہ خدا کے ارادے میں ضم ہو جاتا ہے، مل جاتا ہے۔ اُن کے مقابلے میں عام لوگوں کے بارے میں خدا فرماتا ہے، یہ سورہ نمبر ۲ ہے اور آیت نمبر ۲۸۶ ہے، یہ صرف ایک آیت ہے، ایسی آیات بہت ہیں۔ عام لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (۲۸۶:۲)

یعنی عام انسانوں کی رُوح جو ہے اپنے اعمال کی ذمہ دار ہے۔ اچھا کام کرے تو اُس کو فائدہ ہوگا اچھے کاموں کی وجہ سے لیکن اگر نافرمانی کا کام کرے، بُرا کام کرے، اُس کو سزا ملے گی۔ سزا کا مطلب یہاں یہ ہے کہ خدا کسی کو ناجائز سزا نہیں دیتا ہے بلکہ بُرے کاموں سے انسان کی رُوح پر داغ پڑ جاتے ہیں، Stains پڑ جاتے ہیں۔ خدا نے جو سزا مقرر کی ہے یہ داغوں کو دھونے کے لئے ہے، اُس کی رُوح پر جو داغ پڑ جاتے ہیں اُس کے دھونے کے لئے خدا نے یہ سزا مقرر کی ہے تاکہ پھر سے وہ رُوح پاک ہو جائے اور خدا کی طرف لوٹے۔ تو آپ نے دیکھا دو قسم کی آیات، لیکن جن کے پاس قرآن کا علم نہ ہو تو وہ Mix-up کر دیتے ہیں۔ اب دُنیائے اسلام میں جبر اور قدر کے دو بڑے اسکول پیدا ہوئے ہیں ایسی آیات کی وجہ سے۔ اِس کے بعد ایک اور آیت میں عرض کروں گا، اِس کا تعلق بھی عالمِ امر اور عالمِ خلق سے ہے۔ سورۃ الملک، سورہ نمبر ۶۷ اور آیت نمبر ۳ میں خدا فرماتا ہے:

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (۳:۶۷)

تفاوت اُردو میں بھی کہتے ہیں، فرق اُس کے معنی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ: رحمان کی خلق، یہ جب رحمان کا لفظ آتا ہے تو اُس وقت خلق کے معنی بھی عالمِ امر کے ہوتے ہیں۔ اُس کے بغیر جو خلق ہے وہ عام خلق کے طور پر ہے۔ کہتے ہیں جو رحمان کی خلق ہے اُس کے اندر تم کسی تفاوت یعنی فرق کو نہیں پاؤ گے، سب برابر ہوتے ہیں وہاں پر۔ جو درجات ہیں وہ نچلے طبقے میں ہیں۔ جب عالمِ امر تک کوئی پہنچ جاتا ہے وہاں پر تمام فرق جو ہیں وہ ایک ہی ہو جاتے ہیں جس طرح حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں جب مومن آخری درجے پر پہنچ جاتا ہے وہاں پر بندہ اور مولا دونوں ایک ہی حقیقت بن جاتے ہیں، بندہ اور مولا ایک ہی حقیقت بن جاتے ہیں اور اِس مرحلے پر مومنین کو روحانی آزادی مل جاتی ہے۔ روحانی آزادی، مولا فرماتے ہیں کہ تم روحانی آزادی کے لئے کوشش کرو۔ اِس کے مقابلے میں عالمِ خلق کے بارے میں کئی ایک جگہ پر خدا فرماتا ہے:

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (۶:۸۳، ۱۲:۷۶)

چونکہ قرآن کی آیتوں کے نمبر بعد میں ملنے والے ہیں میں بار بار اُن کی طرف نہیں جاتا ہوں، کہ فرماتے ہیں:

نَرۡفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ (٦: ٨٣، ١٢: ٧٦)

میں جن حضرات کے درجات کو، جن کو میں چاہتا ہوں اُن کے درجات کو بلند کرتا ہوں۔

اِس لئے یہاں پر درجات ہیں، درجہ نہیں ہے۔ تو آپ دیکھ رہے ہیں قربان یہ تضادات، یہ Contradictions جو قرآنِ کریم میں ملتے ہیں اِس سے بہت لوگ حیران بھی ہو جاتے ہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی غلط ہے۔ قرآنِ کریم میں ممکن نہیں کہ کوئی بات غلط ہو لیکن اگر بات کو اُس کے اصلی مقام سے ہٹا کر کسی اور جگہ پر استعمال کی جائے تو یہ بہت بڑا ظلم ہو سکتا ہے۔ اِس کے لئے خدا نے اوّل پیغمبروں کو اپنی زندگی میں اُن کے ہاتھ میں یہ کام دیا تھا کہ قرآنِ کریم کی تعلیم دیں:

وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ (٢: ١٥١)

کہ دو قسم کی تعلیم پیغمبر دیتے تھے۔ ایک تو ظاہری کتاب کی اور اُس کے ساتھ ساتھ اُس کے اندر کیا حکمت ہے، حکمت ایک پوشیدہ حقیقت ہوتی ہے۔ اُس کے لئے پہلے تیاری ہو تو تب ہی پیغمبروں سے حکمت ملتی ہے۔ اُس کے بعد جو پیغمبر کا جانشین ہے دُنیا میں، یہ اُن کی ذمہ داری ہے کہ کس کو کس مرتبے کی تعلیم دینی چاہیئے۔ تو ان شاء اللہ یہ بات جو ہے جہاں اختلافات ہیں وہ اختلافات کس طرح حل ہو سکتے ہیں اور خدا نے جس طرح فرمایا اُس نے اپنے دین میں کوئی رُکاوٹ نہیں رکھی ہے، وہ کس طرح رُکاوٹ نہیں رکھی ہے، کس ذریعے سے، یہ بات اگر مولا کی نورانی تائید شاملِ حال رہی تو دوسرے Lecture میں اِس کو وضاحت کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن آخر میں پیر ناصر جو ہیں وہ ایک شعر فرماتے ہیں مثلاً دیکھئے ظاہر میں یہ ہے کہ لوگوں نے جب فقہ بنانا شروع کیا تو کس طرح بنایا؟ اِس کے اندر چار بڑے Principles ہیں۔ ایک تو قرآنِ کریم ہے، اُس کے بعد احادیث ہیں، اُس کے بعد اجماع ہے اور اُس کے بعد قیاس ہے۔ اگر آپ نے کبھی فقہ کی چیزیں پڑھی ہیں۔ تو اِن حضرات کا کیا کہنا ہے؟ فقہ میں جو چیز ہم کو قرآن میں نہیں ملتی ہے اُس کے لئے ہم حدیث میں ڈھونڈتے ہیں۔ حدیث میں نہیں ملتی ہے تو اجماعِ اُمت اس کے کہتے ہیں کہ کچھ علماء مل کر کوئی فیصلہ کریں، ہم اُس پر چلیں گے۔ ایسا بھی کوئی ایسی مثال نہ ملے تو ہم اپنے قیاس سے فیصلہ کریں گے۔ تو پیر ناصرِ خسرو Taunt کرتے ہیں:

اگر گوئی این در قرآن نیست، گویم

همانا نکو می ندانی قرآن را [٣]

اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ بات قرآن میں نہیں ہے، تو کس طرح ممکن ہے؟ خدا نے اور جگہ پر فرمایا ہے، قرآنِ کریم جو ہے وہ تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ (۸۹:۱۶) ہے۔ قرآنِ کریم تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ اِس کے اندر ہر چیز کا بیان ہے اور قرآنِ کریم میں ساتھ یہ ہے کہ قرآنِ کریم ایک ایسی کتاب ہے:

وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ (۵۹:۶)

یعنی کوئی Wet ہے اور Dry ہے، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اِس کتاب کے اندر نہ ہو یعنی تمام چیزیں قرآنِ کریم کے اندر ہیں اور اُس سے باہر کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ اگر خدا نے خود یہ فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ مجھے قرآن میں یہ چیز نہیں مل رہی ہے تو فرماتے ہیں کہ تم نے صحیح طور سے قرآن نہیں پڑھا ہے، اِس لئے تم کو یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں۔

اگر گوئی این در قرآن نیست: اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ چیز قرآن میں نہیں ہے، تو فرماتے ہیں کہ: گویم، میں تجھے بتادوں گا، ہمانا نکومی ندانی قرآن را: لگتا ہے کہ تجھے قرآن اچھی طرح سے نہیں آتا۔

قرآن را یکی خازنی ھست کایزد

حوالت بدو کرد مرانس و جان را [۴]

قرآنِ کریم کا ایک خازن ہے، ایک Treasurer ہے، اِس کے اوپر جو خدا نے اُس کو مقرر کیا ہے اور علم سیکھنے کے لئے قرآن سے جِنّات اور انسان سب کو اُس کے حوالے کیا ہے اور وہ خازنِ قرآن جو ہے جو قرآن کا Treasurer ہے، اُن میں سے ہر ایک کو اُن کی استطاعت کے مطابق، اُن کی سمجھ کے مطابق اُن کو علم دے گا۔ تو اُس کے بعد آخر میں پیر ناصرِ خسرو کیا فرماتے ہیں؟

تو بر آن گزیدۂ خدا و پیمبر

گزیدی فلان وفلان وفلان را [۵]

فرماتے ہیں کہ افسوس کہ خدا نے اور پیغمبر نے جس ہستی کو قرآن کا خازن، Treasurer بنایا تھا اُس کو آپ نے چھوڑ دیا اور اُس کی جگہ پر فلان وفلان وفلان کو لیا، اِس وجہ سے آپ کو قرآن کے معنی نہیں آتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو یہ چیز مجھے قرآن میں نہیں مل رہی ہے۔

تو ان شاء اللہ یہ خداوندِ ربّ العزّت نے انسانوں کے لئے قرآن کس طرح آسان بنایا ہے، وہ کون سا طریقہ ہے،

ان شاء اللہ مولا کے فضل سے یہ باتیں آنے والی Class میں ہوگی۔ مولا ہم سب کو تائید سے، نور سے نوازے کہ اِس خداوندی کتاب کے جو اسرار ہیں، جو بھید ہیں، جو Secrets ہیں ہم اُن کو سمجھ سکیں اور اُن کے ذریعے ہمارے دل و دماغ میں روشنی پیدا ہو۔ آمین، یا ربّ العلمین۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 9th October, 2022.

حواشی

[۱]: رشیدہ نور محمد ہونزائی، Hazrat Ali (کراچی، ۲۰۲۱ء)، صص ۴۸-۴۹

[۲]: سیدنا ناصر خسرو، دیوان، تحقیق حاجی سید نصر اللہ تقوی (تہران، ۱۳۶۷ شمسی/۱۹۸۸ء)، ص ۲۶۲

[۳]: ایضاً، ص ۵

[۴]: ایضاً، ص ۵

[۵]: ایضاً، ص ۵

Global Lectures Series 01

Lecture 05: The Holy Qur'an: Ta'wil

Date: 06 March 2022

Lecture by: Dr. Baḥru'l-ᶜulūm *ṣāḥib*

بہنو اور بھائیو! قربان آپ سب کی پاکیزہ روحوں سے۔ علم کے لئے جو مولا نے آپ کے دل و دماغ میں تڑپ ڈالی ہے وہ ایک بہت بڑا ایک فرشتہ ہوتا ہے جس کو مؤکل کہتے ہیں، یعنی خداوند کسی مومن اور مومنہ پر ایک فرشتے کو مقرر کرتا ہے تاکہ وہ اچھے کام کرنے کے لئے اُن کی دستگیری فرمائے اور اچھے کاموں میں سے سب سے supreme کام جس طرح مولانا حاضر امام اپنے مقدس فرامین میں فرماتے ہیں کہ شیعہ اسلام میں مولانا مرتضیٰ علی کی جو روایت ہے، tradition ہے اُس میں جو سب سے اوپر کی چیز ہے وہ عقل اور علم ہے۔ تو اِس لئے آپ کے لئے یہ شوق مبارک ہو!

(Recitation of Farman made by Hazir Imam in Bombay on 22 Nov, 1967:

"I have told you on many an occasion how important it is that if you learn parts of the Qur'an, you should understand their meaning. It is important that if you recite or know parts of the Qur'an, you should be able to explain their meaning. Do not forget that our branch of Islam is an esoteric branch of Islam. Esoteric means that what is written is there, but its meaning is not there to everyone. It is there to those who are part of our Jamat.

Recitation of para B of the Preamble of the Ismaili Constitution:

"In accordance with Shia doctrine, tradition and interpretation of history, the Holy Prophet (S.A.S) designated and appointed his cousin and son-in-law Hazrat Mawlana Ali Amiru'l-Mu'minin ('alayhi's-salam), to be the first Imam to contine the Ta'wil and Ta'lim of Allah's final message and to guide the murids, and proclaimed that the Imamat should continue by heredity through Hazrat Mawlana Ali (A.S) and his daughter Hazrat Bibi Fatimatu'z-Zahra, Khatun-i Jannat ('alayha's-salam).")

توالحمدللہ، مولا کی جونورانی ہدایت ہے، آپ کے سامنے ہے اور اِس میں تاویل کی جو اہمیت ہے، importance ہے، اُس کا آپ کو علم ہے کیونکہ یہ کسی معمولی جگہ میں بھی نہیں کہ مولا نے جو ہمیں constitution دیا ہے اُس کے preamble میں ہے۔ تو اِس لئے یہ الفاظ جو ہیں ہر مومن اور مومنہ کو زبانی طور پر یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ قرآن میں ایک ظاہر ہے، ایک باطن ہے۔ جو مولا نے فرمایا جو ظاہر ہے، exoteric وہ تو سب کے لئے ہے، سب اُس کو پڑھ سکتے ہیں لیکن جو باطن ہے جب تک کوئی زمانے کے امام کی بیعت نہ کرے، اُس کا مرید نہ ہو جائے تو اُس کے لئے باطنی علم ممکن ہی نہیں۔ یہ conditional ہے، ظاہر جو ہے conditional نہیں ہے، open ہے ہر ایک کے لئے لیکن باطن جو ہے یا تاویل جو ہے وہ conditional ہے۔ تو اِس لئے تاویل کے حاصل کرنے کے لئے زمانے کے امام کی فرمانبرداری بہت ہی ضروری ہے۔ تو زمانے کے امام تاویل کا کام کبھی خود بھی کرتے ہیں جس طرح کہ آج کا مبارک زمانہ ہے کہ مولائے زمان جو ہیں جماعتوں میں جاتے ہیں، الگ الگ ملکوں میں جاتے ہیں اور غریب جماعت کو نوازتے ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ ائمّۂ طاہرین پر اور اُن کے مریدوں پر جو ظلم اور ستم تاریخ میں ہوا ہے اُس کی وجہ سے ہمارے ائمّۂ طاہرین جو ہیں وہ ستر میں گئے، concealment میں گئے اور اِس لئے ائمّۂ مستورین یعنی وہ امام جو ستر میں رہے ہیں تاریخ میں بہت ہی مشہور ہیں اور اُس وقت مولا کا دیدار جو ہے صرف خاص چند جو حدودِ دین تھے اُن کو معلوم ہوتا تھا، وہ فیضیاب ہوتے تھے اور اُن کے ذریعے سے مولا کی ہدایت جماعت تک پہنچتی تھی، آج کا زمانہ نہیں ہے۔ آج کا زمانہ بہت ہی نیک بخت ہے، سعادت مند ہے، جماعت کی جو ہے بہت ہی نیک بختی ہے کہ مولا اپنا مبارک قدم تقریباً دُنیا کے جہاں بھی بڑی بڑی جماعتیں ہیں، ممالک ہیں وہاں پر مولا نے قدم رکھا ہے، قدمِ مبارک، اور جماعت کو نوازا ہے۔

تو اصل بات یہاں اِس وقت تاویل کی ہو رہی ہے کہ تاویل کی کتنی اہمیت ہے اور ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ تاویل کوئی ایک static چیز نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ امام نے اگر ایک معنی کسی جامے میں کیا تو وہ معنی ہمیشہ رہنا چاہئے، ایسی بات نہیں ہے۔ آپ حضرات کو علم ہے کہ حضرت مولانا سلطان محمد شاہ فداہٗ ارواحنا نے فرمایا میں نے اپنے ستر سال کی امامت میں ایک فرمان کو ستر مرتبہ بدل دیا ہے اور حقیقی مومن وہ ہے جو آخری فرمان پر عمل کرے۔ تو چونکہ اسماعیلی مذہب خدا کا دین ہے، یہ زندہ مذہب ہے اور زندگی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اُس کے اندر جدّت، novelty یعنی ہر چیز جو ہے اُس کے اندر نیا پن پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ تو اِس لئے یہاں مومنین و مومنات کو ہمیشہ تازہ ہدایت مل رہی ہے، تازہ سے بھی تازہ

تر ہدایت ملتی جا رہی ہے۔ تو امام کے وجود کی جو ضرورت ہے اِس لئے کہ انسان کو ہر ہمیشہ وقت اور زمانے کے لحاظ سے نئی ہدایت ہونی چاہیئے، نہیں تو اسلام جو ہے صحیح معنوں میں زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ تو جو اگلا لیکچر تھا اُس میں ہم نے گزارش کی تھی کہ قرآن کے دو پہلو ہیں۔ ایک لحاظ سے قرآن بہت ہی مشکل ہے اور دوسرے لحاظ سے قرآن بہت ہی آسان ہے۔ قرآن مشکل اِس لئے ہے کہ صرف ظاہر کو پڑھا جائے، اُس میں قسم قسم کی مثالیں ہیں اور اُن میں سے ایک مثال کی بہت مختلف explanations، وضاحتیں کی جاتی ہیں۔ کبھی کبھار اگر آپ تفسیر کی کتابیں پڑھیں تو ایک ایک لفظ کے تیس تیس الگ، different معانی دےئے گئے ہیں، لیکن کوئی یہ نہیں بتا سکتا ہے کہ کون سا معنی جو ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔ تو اِس کو reader پر چھوڑا جاتا ہے، پڑھنے والے پر، اور غریب پڑھنے والا جو ہے اِس قابل بھی ہے یا نہیں کہ وہ درمیان میں فرق کر سکے۔ تو اِس لئے قرآن اوّل تو ظاہری طور پر پڑھنے سے یہ مسئلہ ہے، اِس کے ساتھ ساتھ کچھ حضرات کے لئے قرآن کے کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں کہ اُن کے معنی clear نہیں ہیں، اور میں نے اُس وقت گزارش کی تھی کہ "مشکل القرآن"، Difficulties of the Quran کے نام سے کتابیں لکھی گئیں ہیں حالانکہ خدا نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (۱۷:۵۴)

کہ ہم نے تو قرآن کو بہت ہی آسان بنایا ہے لیکن ہے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا؟

تو قرآن کس طرح آسان خدا نے بنایا ہے؟ قربان جائیں آپ نے دیکھا یہ preamble میں مولا کا کیا ارشاد ہے کہ پیغمبر نے اپنے بعد اُمّت کی ہدایت کے لئے دو اہم چیزیں چھوڑی تھیں۔ یہ میرے خیال میں یہ حدیثِ نبوی، پیغمبر کی یہ حدیث شاید Silver Jubilee میں بھی جماعت میں کئی مرتبہ پڑھی گئی ہے۔ پیغمبر نے فرمایا کہ خدا نے پیغمبر کو بھیجا تو اُمّت کی ہدایت کے لئے پیغمبر کے بعد اِس طرح نہیں چھوڑا۔ پیغمبر کے بعد دو چیزیں چھوڑیں:

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْن۔ پیغمبر نے فرمایا کہ میں اپنے بعد اُمّت کی ہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑ دیتا ہوں، بہت ہی heavy ہیں، لیکن یہ heavy کس معنیٰ میں ہیں؟ heavy ایسے آپ دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے مقابلے میں آج جو encyclopedias جو ہیں وہ کتنی heavy ہیں، کتنی جلدیں اُن کی ہیں۔ اُن کے مقابلے میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کبھار قرآن کو اِس طرح لکھتے ہیں کہ وہ گلے میں جو ہے تعویذ کے طور پر گلے میں ڈالا جاتا ہے اور امام جو ہے، دو چیزیں، ایک تو خدا کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت، یعنی زمانے کا امام اور زمانے کے امام بھی جسمانی طور پر کوئی heavy نہیں ہیں۔ تو

heavy کن معنوں میں ہے؟ heavy جو ہے قرآنِ کریم میں خدا نے تمام اسرار جو ہیں اُس کے اندر جمع کئے ہیں اور اِسی طرح امام کے اندر کائنات وموجودات کی تمام چیزیں جمع ہیں۔

وَ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (۱۲:۳۶)

دُنیا ہے، آخرت ہے، آسمان ہے، زمین ہے، عقل ہے، رُوح ہے، جسم ہے، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو امام کے اندر خدا نے نہیں رکھی ہے، لیکن کس طرح؟ یہ لطیف صورت میں امام کے اندر سب ہیں۔ لطیف صورت میں کس طرح ہوتی ہے، اُس کے لئے میرے خیال میں ایک درخت کی مثال دے سکتے ہیں۔ ایک بہت بڑا درخت ہے، اُس کے اندر کتنی ساری چیزیں ہیں۔ جڑوں سے لے کر تنا ہے، شاخیں ہیں، پتے ہیں، پھر پھول ہیں، پھر پھل ہیں، یہ سب ہوتے ہوتے یہ پورا درخت آخر ایک seed کے اندر، ایک بیج کے اندر جمع ہو جاتا ہے لیکن جب بیج کی صورت میں درخت ہوتا ہے اُس میں چیزوں کو آپ الگ الگ نہیں دیکھتے ہیں۔ یہ آپ کو دکھائی نہیں دے گا کہ یہ حصّہ جڑوں کا ہے، یہ تنے کا ہے، یہ شاخوں کا ہے کیونکہ تمام کی حقیقت ایک ہی ہو جاتی ہے۔ اِس کو وحدت کہتے ہیں، اِس کو unity کہتے ہیں۔ تو امام کے اندر جب کائنات کی چیزیں جمع ہوتی ہیں تو اس صورت میں، لطیف اور subtle صورت میں امام کے پاس، امام کے وجودِ مبارک میں جمع ہوتی ہیں۔ تو قرآن اور امام heavy ہیں تو اِس معنی میں heavy ہیں کہ امام کے اندر ساری کائنات وموجودات جمع ہے۔ اِسی طرح قرآن جو ہے وہ امام کا ایک سایہ ہے، امام کا عکس ہے۔ اُس کے اندر بھی یہ تمام چیزیں جو ہیں خدا نے رکھی ہیں۔ اِس لئے اُس دن بھی آپ نے note کیا ہوگا، خدا فرماتا ہے:

وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (۵۹:۶)

کوئی wet اور dry، خشک وتر جس کو کہتے ہیں، ایسی چیز نہیں ہے کہ جو میں نے اِس کتاب کے اندر نہیں رکھی ہے۔

تو قربان جائیں تو اِس لئے قرآن اور امام heavy اِن معنوں میں ہیں، اور پیغمبر نے فرمایا میں نے یہ دو چیزیں اپنی اُمّت کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے پیچھے چھوڑی ہیں اور شرط یہ ہے:

فَإِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا مِنْ بَعْدِي۔

اگر آپ اِن دونوں کو مضبوطی سے پکڑیں گے تو آپ کبھی گمراہ نہیں ہو جائیں گے۔

یہاں پر آپ دیکھ لیجئے، ہماری جماعت میں کبھی کبھار قرآن کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ یہ اِس لئے ہے

کہ ہمارے پیروں نے جماعت کی آسانی کے لئے قرآنِ کریم کی جو gist ہے، اُس کی جو تاویل ہے، تاویل میں نے گزارش کی تھی یا تو امام براہِ راست خود تاویل فرماتے ہیں یا بزرگانِ دین کو مقرر کرتے ہیں۔ اِسی طرح پیر صدرالدّین نے جب دعوت دی تو قرآن کی جو تاویل تھی، گنان کے اندر قرآن کی تاویل ہے۔ تو اِس لئے ابھی شرط یہ ہے:

فَإِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا۔ اگر آپ اِن دونوں کو یعنی قرآن کو اور امام کو مضبوطی سے پکڑیں گے، قرآن اور امام کو مضبوطی سے پکڑنے کا کیا مطلب ہے؟ قرآن اور امام ایک ساتھ کیوں آرہے ہیں؟ تو اصل جو حقیقت ہے، اُس دن بھی آپ نے دیکھا کتابِ منیر ہے، خدا کے یہاں عالمِ امر میں، عالمِ روحانیت میں اصل کتاب جسمانی صورت میں نہیں ہے، روحانی اور نورانی صورت میں ہے، لیکن خداوند کی مہربانی یہ ہے اگر اِسی صورت میں عوام کے سامنے کتاب ہوتی خدا کی تو کوئی اِس کو کیا سمجھتا؟ تو اِس لئے لوگوں کے سمجھانے کی خاطر اُس کو ایک جسمانی شکل بھی دی گئی ہے چونکہ آج ہم جسمانی صورت میں ہیں، روحانی صورت میں نہیں ہیں۔ ہمارے یہاں ایک جو ہے وہ dense body ہے، جسمِ کثیف جسے کہتے ہیں تو اُس کی وجہ سے جو اصل حقیقت کتابِ منیر ہے وہ کتاب ابھی بھی امام کے اندر ہی زندہ ہے اور ظاہری قرآن جو ہے اُس نور کا عکس ہے۔ تو دونوں میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟ قرآنِ کریم امام کی تعریف کرتا ہے اور امام قرآن کے جو مشکلات ہیں، تاویل کے ذریعے اُن تمام مشکلات کو آسان کر دیتا ہے تو اِس لئے جو مولا کا دامن گیر ہو جائے، مولا کا دامن پکڑے، اُس کے لئے قرآن کی کوئی مشکل مشکل نہیں ہے۔ اِن مشکلات کو آسان کرنے کے لئے تو پیغمبر نے اپنے بعد امام کو چھوڑا ہے تو اِس لئے ابھی ہم تاویل بہت بڑا subject ہے۔ تو ہم نے realise کیا کہ آج جو یہ مختصر جو بات چیت ہوگی آج قرآن کس طرح آسان ہے خود قرآن کی روشنی میں، اِس پر کچھ مختصر بات چیت ہوگی اور پھر تاویل پر جو ہے، تاویل کی necessity اُس کی ضرورت کس بنیاد پر ہے اِس کے لئے ایک اور لیکچر کی بھی ضرورت ہوگی۔ تو ان شاء اللہ وہ دوسرا جو لیکچر ہوگا اُس کے اندر تاویل کی necessity پر تفصیلی بات چیت ہوگی لیکن آج قرآن آسان کس طرح ہے، کس بنیاد پر آسان ہے، قرآنِ کریم خود کیا فرماتا ہے اِس تک ہم آج کی جو بات چیت جو ہے مولا کی تائید شاملِ حال رہی تو وہاں تک محدود کر دیں گے۔

اب الحمدللہ یہ جو قرآن کی آیات جو ہیں، ان شاء اللہ دوسرا جو لیکچر ہوگا، جو follow-up ہوگا اُس کے اندر تفصیل سے اِن آیات کے نمبر کے ساتھ آپ کو مل جائیں گے تو آپ note کرنا چاہیں ابھی بھی کر سکتے ہیں، لیکن note کرنا نہ چاہیں تو کوئی بات نہیں، آپ کو یہ چیزیں ملنے والی ہیں، اور مہربانی فرما کر آپ ایک اچھا systematic file بنا دیجئے اور ان شاء اللہ

اُس میں کوئی چیز درمیان میں رہ جائے تو ہم repeat بھی کرتے جائیں تاکہ اپنا مقدس مذہب جو ہے اُس کی عظمت اور جلالت اور اُس کی بزرگی کا اندازہ ہو جائے گا کہ اسماعیلی مذہب میں قرآن فہمی، قرآن سمجھنے کی کتنی بڑی طاقت ہے۔ مریدوں کی وجہ سے نہیں، زمانے کا ہادیٔ برحق ہے، اُس کی ہدایت ہے اور اُسی ہدایت میں ہمارے لئے روشنی ہے۔ اُسی روشنی سے قرآن ہمارے لئے بہت ہی آسان ہے۔ ابھی آپ قرآنِ کریم میں جو خدا کا تصوّر ہے، خدا کے علم کا تصوّر ہے کہ آیا قرآن کا علم صرف خدا تک محدود ہے یا دوسرے بھی جانتے ہیں یا نہیں؟ اِس سلسلے میں قرآنِ کریم میں خود خدا نے کیا فرمایا ہے۔ تو قربان جائیں سب سے پہلے قرآنِ کریم میں خزائن کا تصوّر ہے۔ خزائن خزینہ کی جمع ہے، treasure، اور خزائن اُس کی جمع treasures ہوگا۔ تو خدا فرماتا ہے:

وَإِنْ مِّنْ شَیْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ (۲۱:۱۵)

فرماتے ہیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے میرے پاس نہ ہوں۔

یہ سورہ نمبر ۱۵ ہے اور آیت نمبر ۲۱ ہے۔ خزانہ، پہلے خزانے کا تصوّر لے لیجئے۔ ایسی ہی ایک اور آیت ہے کہ جس میں فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض (۱۱: ۱۲۳)

اور خدا کے نزدیک جو خزانہ ہے، وہ خزانہ کس چیز کا ہے؟ ظاہری سونے، چاندی اور جواہرات، یہ خدا کی نظر میں کوئی معنی نہیں رکھتے ہیں۔ خدا کے خزانے میں جو چیز ہے وہ علم ہے، وہ بھید ہیں، بڑے بڑے secrets ہیں اور اِن کے بارے میں فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین کے اندر جو secrets ہیں وہ خدا کے پاس ہیں۔ اچھا، یہ خزانے کا تصوّر آپ کے سامنے آ گیا، اُس کے بعد فرماتا ہے یہاں چابیوں کا تصوّر ہے، مقالید۔ عربی میں مقالید کہتے ہیں۔ فرماتا ہے:

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۳۹: ۶۳، ۴۲: ۱۲)

خدا کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، keys ہیں، اور اِسی طرح غیب کے بارے میں دوسری آیت ہے:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ (۱۱: ۱۲۳)

آسمانوں اور زمینوں کے جو secrets ہیں وہ خدا کے پاس ہیں۔ اِسی طرح دوسری آیت ہے:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (۶:۵۹)

یہ سورہ نمبر ٦ ہے اور آیت نمبر ۵۹ ہے، Chapter 6 Verse 59۔

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (۶:۵۹)

خدا کے پاس یہ خزانے ہیں اور خزانوں کی یہ کنجیاں ہیں، اِن کو کوئی نہیں جانتا ہے سوائے خدا کے۔

اچھا، یہاں تک خدا نے اِن آیات کے اندر غیب کو اپنی ذات تک محدود کر دیا۔ بتانا یہ ہے کہ جس طرح تاویل کے سلسلے میں مولا نے فرمایا یہ غیب کا علم ایسا نہیں ہے کہ market میں بِک سکے اور جو بھی اُس کے اندر استطاعت ہو، capacity ہو جا کر اِن کو خرید سکے، ایسا نہیں ہے۔ یقیناً یہ علم خاص ہے اور خدا کی ذات تک محدود ہے لیکن اِسی طرح دوسری ایک آیت میں خدا آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ الصمد ہے۔ صمد کے معنی بے نیاز کے ہیں، اُس وقت بھی بات ہوئی تھی پہلے جو لیکچر میں۔ جب خدا بے نیاز ہے تو اُس کے لئے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں۔ بالآخر یہ تمام نعمتیں، ظاہری اور باطنی جتنی نعمتیں ہیں وہ بندوں کے لئے ہیں، لیکن بندے اِس نعمت تک کس طرح پہنچیں؟ اُس کے لئے خدا نے شرائط، conditions مقرر کی ہیں۔ اِن conditions کے مطابق جو خدا کی ہدایت پر عمل کرے تو بالآخر خدا یہ غیب کے خزانے بھی اپنے بندوں کو دینے کے لئے تیار ہے۔ اب وہ conditions کیا ہیں؟ یہ conditions آپ کو surah 72 & verses 26-27، دو آیات میں اِن کا ذکر ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (۷۲:۲۶) خدا فرماتا ہے کہ خدا غیب کا جاننے والا ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا: خدا اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا، کسی کو نہیں بتاتا۔ اِس کے بعد conditional ہے یہ۔ ایسا نہیں کہ کسی کو بھی نہیں بتاتا ہے، ایسا نہیں ہے۔ إِلَّا مَنِ: سوائے اُس شخص کے۔ ارْتَضَىٰ: جس سے خدا راضی ہو جائے۔ مِن رَّسُولٍ: رسول قرآنِ کریم میں پیغمبر کے لئے بھی آتا ہے اور امام کے لئے بھی آتا ہے۔ اِسی طرح لفظِ امام قرآنِ کریم میں امام کے لئے بھی ہے اور پیغمبروں کے لئے بھی ہے۔ تو آپ نے دیکھا یہاں، اِس میں کوئی شک نہیں ہے یعنی غیب کا علم تو خدا کے پاس ہے، کسی کو اِس غیب سے آگاہ نہیں کرتا ہے لیکن exceptional cases ہیں۔ اُنہوں نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کا انتخاب کیا اور اُس کو چُن لیا۔ اِسی طرح قرآنِ کریم میں آپ دیکھتے ہیں کہ خدا نے یہ سلسلہ ہے جن کو انتخاب کرتا ہے، جن سے راضی ہوتا ہے اُن کا کیا سلسلہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ (۳:۳۳-۳۴)

خدا نے حضرت آدم کو چُن لیا، حضرت نوح کو چُن لیا، حضرت ابراہیم اور اُن کی آل کو، حضرت عمران اور اُن کی آل کو چُن لیا اور یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ، یہ سلسلہ ایک کے بعد دوسرا جو ہے وہ دُنیا میں جاری اور ساری

ہے۔اُن کو اپنا غیب جو ہے غیب کا علم اُن کو دیتا ہے۔اب غیب کا علم دینے کے بعد اُن کو برگزیدہ فرماتا ہے، تمام انسانوں میں سے اُن کو select کرتا ہے اور اُس کے ہاتھ میں اپنے غیب کے جو خزانے ہیں وہ اُن کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اُن کی کنجیاں جس کا ذکر ان شاء اللہ ابھی آجائے گا آپ کے لئے، اِس جیسی ایک دوسری آیت ہے: Chapter 13 & Verse 43۔ اِس آیت کے اندر خدا فرماتا ہے پیغمبر سے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (۱۳:۴۳)

کافر لوگ کہتے ہیں کہ تُو پیغمبر نہیں ہے۔خدا پیغمبر سے فرماتا ہے اُن سے کہہ دو، کیا؟

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (۱۳:۴۳)

خدا پیغمبر سے فرماتا ہے کہ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اُن کا جواب اِس طرح دو، خواہ میں پیغمبر ہوں یا نہیں، تمہاری تصدیق کی کوئی ضرورت نہیں۔میرے پیغمبر ہونے کی تصدیق کے لئے دو پاک ہستیاں ہیں۔ایک تو خود خدا ہے اور خدا کے ساتھ ساتھ شہادت دینے کے لئے وہ ہستی ہے جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔

یہ بہت ہی اہم آیت ہے۔جو اسلام میں جو شیعہ tradition ہے اُس کے اندر یہ بہت important آیت ہے۔ آپ اندازہ کیجئے ایک ایسی ہستی ہے کہ شہادت دینے کے لئے خدا کے برابر یہ بھی شہادت دیتا ہے۔اُن کے پاس اگر غیب کا علم نہ ہو، کتاب کا علم نہ ہو تو پیغمبر کو وحی کس طرح آئی؟ فرشتے کس طرح آئے؟ اُس نے سُنا نہ ہو تو کس طرح وہ شہادت دے گا؟ اِس علم کے بغیر اگر کوئی شہادت دے بھی سہی تو اُس شہادت کی کیا importance ہو گی؟ تو قربان جائیں تو اِن آیات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں، اِس میں کوئی شک نہیں کہ جو غیب کا علم ہے، باطنی علم ہے، تاویل کا علم ہے یہ خدا کے پاس ہی ہے، لیکن چونکہ خدا کی ذات بے نیاز ہے، صمد ہے اِس لئے خدا نے یہ تمام چیزیں اپنے اُن برگزیدہ ہستی کے حوالے کر دئے ہیں جن کو اُنہوں نے پسند کیا اور جن کو برگزیدہ کیا۔ابھی اِس کو پس منظر کے طور پر رکھتے ہوئے، background میں رکھتے ہوئے، پیغمبر اپنے بارے میں کیا فرماتا ہے، مولانا مرتضیٰ علی اپنے بارے میں کیا فرما رہا ہے، اب اِس پر ذرا سوچنے کی کوشش کیجئے۔ قربان جائیں، پیغمبر اپنے بارے میں فرماتا ہے:

اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا [۱]

یہ حدیث آپ حضرات کو علم ہے کہ ہم ناچاروں نے مل کر بہت ہی اہم احادیث کا ایک مجموعہ جمع کیا ہے، The

Holy Ahl-i Bayt in the Prophetic Traditions۔ اِس کتاب میں ہم نے سُنّی برادری کی کتابوں تک محدود اِس لئے کیا ہے تو شیعہ اسلام تو خود مولانا مرتضیٰ علی کی محبت پر ہے اور شیعانِ علی کے نام سے مشہور ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ جو ہماری سُنّی برادری میں بہت impartial حضرات بھی رہے ہیں، اُنہوں نے یہ احادیث اپنی کتابوں میں جمع کی ہیں اور آپ دوسری جو احادیث ہیں اُن کو بھی پڑھنے کی کوشش کریں، اِس سے آپ کو بہت روشنی ہوگی اور اُن میں سے یہ چند ایک دو احادیث یہاں میں نے ذکر کیا ہے۔ اب پیغمبر اپنے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔

تو قرآنِ کریم میں خدا پیغمبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ (۲:۱۲۹)

کہ پیغمبر دو قسم کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک تو ظاہری کتاب کی تعلیم دیتے تھے جس کو تنزیل کہتے ہیں اور دوسری باطنی حقیقت کی تعلیم دیتے تھے جس کو تاویل کہتے ہیں۔ خود خدا فرماتا ہے کہ پیغمبر کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے اور حکمت جو ہے وہ تاویل کا دوسرا نام ہے اور فرماتے ہیں کہ میں حکمت کا گھر ہوں یعنی خدا کی خدائی میں جو کچھ حکمت ہے خدا کے اِس زندہ گھر میں ہے۔ خدا کا اصل جو گھر ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور ظاہری جو گھر ہوتا ہے وہ ایک مثال ہے، وہ حقیقت نہیں ہے۔ مثلاً ظاہر میں کعبہ کو بھی خدا کا گھر کہتے ہیں یعنی ایک حکمت ہوتی ہے، اُمّت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے ایک وسیلہ ہے لیکن خدا کا اصل گھر پیغمبر کے زمانے میں خود پیغمبر تھے۔ پیغمبر کے بعد اُن کا جانشین ہے اور اُن کا جانشین ہمیشہ دُنیا میں حاضر و ناظر ہے اور آج نور مولانا شاہ کریم الحسینی حاضر امام وہی خدا کا گھر ہے جس کے اندر خدا کا نور ہی ہوتا ہے۔ تو جب پیغمبر حکمت کا گھر ہے اور علی اُس کا دروازہ ہے تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے پاس جو غیب کا علم ہے وہ اِنہی ذاتِ مقدس، پاک ہستیوں کے اندر ہی خدا کا علم ہے۔ اِسی طرح اُس جیسی دوسری حدیث ہے:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعَلمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَأْتِ الْبَاب [۲]

میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا gate ہے۔ فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ: اور جو علم کو حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے کیا کرنا ہے؟ فَلْیَأْتِ الْبَاب: تو اُس کو چاہئے کہ اِس شہر میں داخل ہو جائے، اور داخل کس طرح ہونا ہوتا ہے؟ اِس شہر میں داخل ہونے

کے لئے اُس کا ایک gate مقرر کیا گیا ہے۔ اُس gate کے ذریعے سے اِس شہر میں داخل ہو جائے، علم کے شہر میں۔ اُس کا کیا مطلب ہے؟ کہ gate میں داخل ہونے کے لئے بیعت کا تصوّر ہے۔ پیغمبر اپنے زمانے میں علم کن کو دیتے تھے؟ جو پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت دیتے تھے۔ پہلے ظاہری علم دیتے تھے لیکن بعد میں معلوم ہوا سلمانِ فارسی جیسے مومنین جو ہوتے تھے عشق اور محبت سے اُن کی دعوت کو قبول کرنے والے تو ظاہر کے ساتھ باطنی علم بھی اُن کو مل جاتا تھا لیکن condition یہ ہے:

فَمَن اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَاب: جن کو علم چاہئے تو سیدھے راستے سے، پہلے جو دروازہ ہے اُس کے ذریعے سے داخل ہو جائے یعنی دُنیا میں ہادیٔ برحق جو امام ہے، پیغمبر کا جانشین ہے اُس کی اطاعت کرے، فرمانبرداری کرے، اُس کے فرمان کے مطابق چلے تو خود بخود جو ہے اُس کے اندر علم داخل ہو جائے گا، کیونکہ زمانے کے امام نے مولانا مرتضیٰ علی کے زمانے سے لے کر آج تک کتنے کتنے فرامین کئے ہیں۔ تاریخ میں وہ فرامین سب کو، چونکہ بہت ہی ظلم رہا ہے تاریخ میں، سب کو ہم اکٹھا نہ کر سکے، تو آپ کو علم ہوگا کہ ہمارے دشمنوں نے ہماری کتنی ساری لائبریریاں جلا دی ہیں تاریخ میں، لیکن صرف آپ دو جاموں کو لے لیں۔ حضرت مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ و السّلام اور مولانا حاضر امام علیہ الصلوٰۃ و السّلام کے جاموں کو لیں، کتنی extensive ہدایت ہے، لیکن اِس ہدایت سے فائدہ اُس کو ہوگا جو امام کو دل سے تسلیم کرے، submit کرے۔ submission یہ بہت ہی اہم اصطلاح ہے یہ۔ تو امام کو جان و دل سے submit کرنے کے بعد خود بخود دین کا علم اُن کو حاصل ہوتا ہے۔ تو وہ غیب جو خدا ہی کے پاس تھا آپ نے اندازہ کیا کہ وہ غیب کا علم جو ہے خدا اپنے پیغمبر کو، اپنے امام کو دیتا ہے اور اُن کے ذریعے سے دُنیا میں غیب جو ہے وہ جاننے کا سلسلہ جاری ہے اور غیب کے جاننے کو تاویل کہتے ہیں، اِس کی مزید وضاحت آنے والے لیکچر میں ہو جائے گی۔ اب مولانا مرتضیٰ علی اپنے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ یہ مولانا مرتضیٰ علی کا خطبۃ البیان کے نام سے ایک کتاب ہے اور اِس کتاب کا اُردو ترجمہ کوکبِ دُرّی، پاکستان میں یہ ترجمہ چھپ گیا ہے لاہور میں۔ کوکبِ دُرّی بڑی آسانی سے مل سکتی ہے، اِس میں مولا کے فرامین ہیں، مولانا مرتضیٰ علی کے خاص خاص special فرامین ہیں۔ اُس میں مولا فرماتے ہیں کہ میں کون ہوں؟

اَنَا الَّذِی عِندِی مَفَاتِيحُ الغَيبِ لَا يَعلَمُهَا بَعدَ مُحَمَّدٍ غَيرِی وَ اَنَا بِكُلِّ شَيئٍ عَلِيم [۳]

کہتے ہیں میں وہ ذاتِ پاک ہوں کہ میرے پاس غیب کی چابیاں ہیں اور اُن کو کوئی نہیں جانتا ہے سوائے حضرتِ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، صرف وہ جانتے ہیں اور میں جانتا ہوں۔

پھر فرماتے ہیں، یہ مولا کا کلام نہج البلاغہ میں ہے، قرآنِ کریم کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَا نَزَلَتْ عَلَی النَّبِی آیت مِن الْقرآن اِلَّا وَ عُلِّمْتُ بِهَا کَیْفَ نَزَلَت وَ فِیمَا ذَا نَزَلَت وَ مَتٰی نزلت وَ اَیْنَ نزلت من سَهلٍ وَ جَبَلٍ وَ اِنِّی لِاُعْرِفُ النَّاس بها مَا بَین الدَّفتین [۴]

قرآن کی کوئی ایسی آیت نہیں ہے جو نازل ہوئی ہو اور جس کا علم مجھے نہیں دیا گیا ہو۔ پھر فرماتے ہیں، مجھے علم دیا گیا ہے، کیف نزلت: وہ آیت کس طرح اُتری، نازل ہوئی، و فیما ذا نزلت: اور کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی، و متٰی نزلت: اور کب یہ نازل ہوئی، و این نزلت: اور کہاں نازل ہوئی، من سهل و جبل: میدان میں یہ آیت اُتری یا کسی پہاڑ پر اُتری۔ یہ تمام چیزیں جو ہیں وہ میری ذات کو معلوم ہے قرآن کا، و انی لاعرف الناس بها ما بین الدفتین: اور میں ہی لوگوں کو بتا سکتا ہوں کہ اِس قرآن کے اندر شروع سے لے کر آخر تک کیا کیا چیزیں ہیں، میں ہی لوگوں کو بتا سکتا ہوں۔

ایک اور مولا کا کلام اِس طرح ہے۔ فرماتے ہیں:

سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونی [۵]

مجھ سے سوال کرو، پوچھو، اِس سے پہلے کہ آپ مجھے گُما دو گے۔

دُنیا کی خاطر بہت لوگوں کا ہاتھ مولا کے دامن سے چھوٹ گیا۔ اِس خطرے کا علم تھا امام کو، اور پہلے سے آگاہ کیا کہ قرآن کے بارے میں یا اور کسی چیز کے بارے میں جو پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھ لیں۔

سَلُونِی عَمَّا کَانَ وَ عَمَّا یَکُوْنُ اِلٰی یَومِ القِیامة [۶]

مجھ سے پوچھو، کیا کچھ ہوا ہے اِس دُنیا میں ماضی میں، past میں، اور کیا ہونے والا ہے وہ بھی مجھ سے پوچھو، قیامت کے دن تک۔

یہ ہمارے عظیم حجتّ سیدّ نا المؤید فی الدّین الشیرازی کی مجالس میں، اُس کی ۸۰۰ مجالس میں سے یہ پہلے ۱۰۰ میں اِس کا ذکر آیا ہے۔ تو ابھی آپ نے اندازہ کر لیا کہ قرآن کا علم ممکن ہے یا نہیں۔ یقیناً قرآن کا علم عام نہیں ہے۔ جو ظاہر ہے وہ سب کے سامنے ہے جس طرح مولا نے ارشاد فرمایا ہے، لیکن جو باطن ہے، جو غیب کا علم ہے وہ سب کے لئے open نہیں ہے لیکن غیب کا علم حاصل کرنے کے لئے خدا نے conditions رکھی ہیں اور conditions کیا رکھیں؟ کہ خدا نے اپنے بندوں میں سے ایک خاص بندے کا انتخاب کیا اور اُن کے حوالے یہ کیا غیب کا علم اور جن کو غیب کا علم چاہیئے اُن کی فرمانبرداری

کریں، اُن کی اطاعت کریں اور اس کے ذریعے سے، اُن کی ذاتِ گرامی کے ذریعے سے لوگوں کے لئے یہ علم ملتا جائے گا اور یہ ایک وقت کے لئے علم نہیں ہے، یہ اوّل سے لے کر آخر تک ہر وقت انسان علم کا محتاج ہے اور یہ مقدس ہستی دُنیا میں ہونی چاہیئے اور یہی تصوّر آپ کو نُورٌ عَلٰی نُور (۳۵:۲۴) میں ہے۔ یہ نور ہے، خدا جس کا انتخاب کر رہا ہے یہ نور ہے ظاہر میں، باطن میں، ہر لحاظ سے وہ نور ہے اور پھر نور کے بعد نور کا سلسلہ دُنیا میں دائم اور قائم ہے اور خود خدا بہت ہی emphatically زور دے کر فرماتے ہیں کہ اِس نور کو کچھ لوگ بجھانے کی کوشش کریں گے (۳۲:۹) لیکن یہ نور خود خدا ہی کا نور ہے تو خدا کے نور کو کوئی کس طرح بجھا سکتا ہے۔ یہ نور دن بدن زیادہ سے زیادہ اپنی روشنی بکھیرتا جائے گا۔ خدا کے کمال ہونے کا فرماتے ہیں کہ وہ اپنے نور کو مکمل کرے گا لیکن مکمل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کا نور کسی وقت مکمل نہیں تھا اور ابھی مکمل ہو رہا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ ادوار کا time ہے کہ شروع میں شریعت کا دور ہوتا ہے، پھر طریقت کا، پھر حقیقت کا، پھر معرفت کا، تو خدا کا نور مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اِس مقدس نور سے لوگوں کو اتنا زیادہ سے زیادہ فائدہ ہوتا جائے گا اِس لحاظ سے ہے، یعنی خدا نے فرمایا اور guarantee دی کہ اُس کو کوئی بجھا نہیں سکتا ہے بلکہ یہ میں اِس کو مکمل کرنے والا ہوں، اِس کا نور دُنیا میں زیادہ سے زیادہ روشن ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ قرآنِ کریم میں ہے:

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (۶۹:۳۹)

اُس کے نور سے پوری رُوئے زمین میں کہیں بھی تاریکی باقی نہیں رہے گی علم کی اور معرفت کی اور ہدایت کی۔

تو اِس لئے قربان جائیں قرآن مشکل ہے لیکن جو لوگ خدا کا جو برگزیدہ ہستی ہے پیغمبر کی صورت میں، امام کی صورت میں، جو ان کے دامن گیر ہو جائیں، جو اِن کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں تو اُن کے لئے قرآن میں کوئی مشکل نہیں ہے، ہر چیز جو ہے وہ آسان کرنے والا وہ مالک ہے۔ الحمدللہ علی منہ واحسانہ۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 23rd October, 2022.

حواشی

[۱]: ڈاکٹر فقیر محمد ہونزائی اور رشیدہ نور محمد ہونزائی، اہل البیت الاطہار فی الاحادیث النبویۃ (کراچی، ۲۰۲۰ء)، ص ۱۳

[۲]: ایضاً، صص ۱۳ - ۱۴

[۳]: مولوی سید شریف حسین سبزواری، کوکبِ دُرّی فی فضائلِ علی (لاہور، تاریخ ندارد)، ص ۲۲۲

[۴]: فہارس المجالس المؤیدیہ، ۱ - ۳ (کراچی، ۲۰۱۹ء)، ص ۵۳

[۵]: ایضاً، ص ۵۲

[۶]: ایضاً، ص ۵۲

Global Lectures Series 01

Lecture 06: The Holy Qur'an: Necessity of Ta'wil

Date: 20 March 2022

Lecture by: Dr. Baḥru'l-ʿulūm *ṣāḥib*

توالحمدللہ، یہ دُعا جو ہے مولا کے حضور میں ایک عاجزانہ دُعا ہے، اور یہ فارسی زبان میں ہے، لیکن مولا نے جس طرح آج جماعت کے بارے میں فرمایا، جماعت آج کل global جماعت ہے اور pluralistic جماعت ہے، فرماتے ہیں کتنی ساری زبانیں ہیں اور کتنے سارے ہمارے الگ الگ traditions ہیں لیکن اِن کا جو centre ہے، جو مرکز ہے، وہ امامت کا نور ہے۔ تو جہاں پر بالآخر ایک مرکز پر جمع ہوتے ہیں وہاں پر جو pluralism ہے، وہ ایک بہت بڑے درخت کی شاخوں کی طرح ہے۔ وہاں کوئی اختلاف کے لئے جگہ باقی نہیں، کیونکہ زمانے کا ہادیٔ برحق جو ہم سب پر supervise فرما رہے ہیں جہاں کہیں ہم سے mistakes ہوں، زیادتی ہو تو اُن کو درست کرنے کے لئے حاضر اور ناظر ہے۔ اِس لئے خاص کر اسماعیلی مذہب میں مولا نے فرمایا یہ diversity جو ہے وہ weakness نہیں ہے، کمزوری نہیں ہے۔ کچھ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اِس کے اندر weakness ہے، یقیناً جہاں پر کوئی مرکز نہ ہو تو weakness کا ضرور وہاں پر خطرہ ہے لیکن اسلام میں جو ہے خدا نے ایک مرکز بنایا ہے، جو جاننے والے ہیں اور جو اُس مرکز کی طرف دیکھتے ہیں اُن کے لئے اِس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تو اِس لئے ہمیں ایک دوسرے کی زبانوں سے، عربی زبان ہے، فارسی زبان ہے، گجراتی زبان ہے، English زبان ہے اور آج کل global زبان، اُردو ہے اور بُرُشسکی ہے، کھوار ہے، سندھی ہے، سرائیکی ہے، پنجابی ہے، بنگالی ہے اور کیا کچھ نہیں ہے۔ چونکہ جماعت global ہے تو تمام زبانوں میں کہیں نہ کہیں مولا کے روحانی فرزند ہوتے ہیں اور آج تو English کے ساتھ German ہے، French ہے، Spanish ہے، Italian ہے، Portugese ہے اور کیا کچھ نہیں ہے۔ تو اِس لئے ایک دوسرے کی زبانوں سے، چونکہ فارسی زبان اِس وقت اسماعیلی دُنیا میں سب سے زیادہ بولنے والی زبان ہے تو اِس لئے اِس سے واقف ہونا کسی حد تک بہت ضروری ہے اور حضرت مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ دُنیا میں 80% (اسّی فیصد) literature جو ہے اسلام میں sufism کا، روحانیت کا جو literature ہے، وہ فارسی زبان میں ہے۔

تو اِس لئے فارسی زبان جس طرح گجراتی زبان اہم ہے، ہمارے پیروں نے ہندوپاک میں جو دعوت دی وہ اِن الگ الگ زبانوں میں جہاں پر سندھی ہے، بلوچی ہے، سرائیکی ہے، پنجابی ہے اور اِن تمام زبانوں میں اور کتنا معجزانہ کام پیروں نے کیا ہے کہ ایران سے جا کر پیر صدر الدّین کی زبان اصل میں فارسی تھی۔ تو فارسی زبان کے ساتھ انڈیا میں جا کر اتنی زبانوں پر command حاصل کرنا اور ایسی ہی inspirational poetry compose کرنا یہ کوئی کھیل نہیں، لیکن چونکہ یہ امام کی طرف سے پیروں کو معجزہ کرنے کی طاقت ہوتی ہے، جس طرح حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حواری جو ہیں شروع میں اَن پڑھ تھے، پڑھے لکھے نہیں تھے، کوئی صحیح طور سے الفاظ ادا بھی نہیں کر سکتا تھا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تربیت کے بعد جب اُن کے لئے دعوت کے کام پر بھیجا گیا تو اُنہوں نے ایسی فصیح و بلیغ eloquent بہت ہی اچھی زبان استعمال کی کہ لوگ حیران ہو گئے کہ یہ اِن کی زبان کس طرح بدل گئی ہے۔ وہ وہ نہیں تھے، باطن میں مولا کی طاقت ہوتی ہے، تو اِس لئے ہمارے پیروں نے دعوت کے سلسلے میں جس زبان میں بھی کام کیا ہے امام کی اِس روحانی طاقت سے کیا ہے۔ تو اِس لئے امام کی یہ نورانی طاقت امام کے علم میں ہے۔ کوئی نیک بخت مومن مولا سے براہِ راست ملاقات کرے وہ بہت غنیمت ہے، لیکن جسمانی طور پر امام سے اِس طرح فیض حاصل کرنا بھی آسان نہیں ہے۔ امام کی اطاعت، فرمانبرداری کی صورت میں ہے اور صحیح فرمانبرداری اُس وقت ہوگی جب ہمارے پاس حقیقی علم ہوگا، امام کی اصل باطنی حقیقت جب ہم کو معلوم ہوگی تو پھر ہم امام کی صحیح طور سے فرمانبرداری کریں گے، اُن کے لئے submit کریں گے خود کو، تو اِس لئے مولا ہم سب کی دستگیری فرمائے۔

تو الحمدللہ آج جو تاویل کی necessity کے بارے میں ان شاءاللہ مولا کی تائید، آپ سب کی دُعا سے ہم کوشش کریں گے۔ تو اِس سے پہلے جو lecture ہوا ہے اور اُس کے لئے اُس کے بعد جو ہے ہمارے محترم عظیم صاحب نے اُس کی بہت شاندار طریقے سے اُس کی مزید explanation کی۔ تو آج جو ہے یہ تمام تاویل کے sources کیا ہیں، لیکن ابھی main چیز جو ہے اِس وقت جو ہے necessity کی بات ہے۔ تو تاویل کے سلسلے میں اسلام میں دو اسکول ہیں۔ آپ کو معلوم ہے، ایک مرتضیٰ علی کا اسکول ہے جس کو شیعانِ علی کہتے ہیں۔ وہ ایک مکتب ہے اسکول میں اور دوسرے ہمارے سُنّی برداری ہیں، سُنّی حضرات ہیں، اُن کا approach کچھ چیزوں میں مختلف ہے۔ ہر چند کہ ہم سب جو ہیں شیعہ، سُنّی، ہماری جو بنیادی تعلیمات ہیں وہ سب ایک ہی ہیں بنیاد، لیکن جہاں شاخیں نکلتی ہیں ایک درخت کی اُس کے اندر جو ہے

differences دکھائی دے رہے ہیں۔تو تاویل کے سلسلے میں شیعہ مذہب میں اور دو اسکول ہیں۔ ہماری اثناعشری برادری ہے اور اسماعیلی برادری ہے، دونوں تاویل کے قائل ہیں اور یہ تاویل کے مالک دونوں کے یہاں امامانِ طاہرین ہیں، جہاں تاویل جو ہے مولا نا مرتضیٰ علی سے شروع ہوتی ہے وہ اماموں میں جاری اور ساری رہی ہے۔ جہاں تک سُنّی برادری کا تعلق ہے اُن کے یہاں دو گروپ ہیں۔ کچھ کے یہاں تاویل ناممکن ہے، لیکن کچھ کے یہاں تاویل ممکن ہے۔تو تاویل اگر اُس کے معانی سمجھنا ممکن نہ ہوتا تو خدا کو ایک ایسی چیز بھیج کر، نازل کر کے کیا اُس سے مقصد حاصل ہوتا ہے؟ کیا خدا غریب بندوں کو حیران کرنا چاہتے ہیں یا اُن کو ہدایت دینا چاہتا ہے؟ خدا اپنے بندوں کو حیران نہیں کرنا چاہتا ہے کہ پہلے آپ نے سُنا ہے اور پڑھا ہے اِس lectures میں بھی بات آ گئی ہے کہ خدا نے اپنے دین کے اندر کوئی حرج نہیں رکھا ہے، کوئی difficulty نہیں رکھی ہے، کوئی obstacle نہیں رکھی ہے اور دینِ یُسر، اسلام کا ایک دوسرا نام جو ہے دینِ آسان۔تو خدا نے اسلام کو دینِ آسان بنایا تا کہ لوگ اِس آسان دین سے خدا کی روشنی حاصل کریں، لیکن اِس آسانی کے اندر خدا ایک ایسی چیز بھیج دیتا ہے کہ جس کے معانی پیغمبروں تک بھی معلوم نہ ہوں تو پھر یہ آسانی کہاں رہی؟ آپ اندازہ کیجئے یہ تو بہت ہی مشکل کام ہو گیا۔تو اِس لئے یہ قرآن پڑھنے کے سلسلے میں دو طریقے ہیں:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ (۳:۷)

شیعہ حضرات اور سُنّی برادری میں سے جو تاویل کے قائل ہیں وہ جو comma لگاتے ہیں خدا کے ساتھ راسخون فی العلم کو شامل کر کے راسخون فی العلم کے بعد ایک چھوٹا سا comma لگاتے ہیں اور ویسے تو comma کی بھی وہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ sentence جاری رہتا ہے، اور کچھ جو تاویل کے قائل نہیں ہیں تو وہ اللہ کے بعد ایک بہت بڑا absolute full-stop لگاتے ہیں، اُس کو عربی میں وقفِ لازم کہا جاتا ہے یعنی ایسا full-stop جو necessary ہے، جو ضروری ہے، اور کبھی کبھار دو full-stop بھی لگاتے ہیں، ایک وقفِ لازم ہے اور دوسرا وقفِ مطلق۔ وقفِ لازم کے معانی necessary full-stop or absolute full-stop۔ پھر اِس کے بعد جو ہے ہم اِس کی ان شاء اللہ بعد میں detail میں بات چیت ہوگی۔ پھر قرآن کی اِس آیت میں خود خدا تاویل کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟ اِس آیت کے اندر خدا نے فرمایا ہے کہ اُس نے کتاب نازل کی پیغمبر پر اور اُس کے اندر دو قسم کی آیات ہیں، محکمات ہیں اور متشابہات ہیں۔ محکمات کے معنی ہیں جن کے معانی بالکل واضح ہیں، clear ہیں، صاف ہیں۔ اُس کے اندر کوئی ambiguity نہیں ہے،

اشتباہ نہیں، کوئی شک نہیں، یعنی جس کے معانی میں سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، مثلاً قرآن کی ایک آیت ہے:

أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (۲:۴۳)

نماز کو قائم کرو اور زکات دے دو۔

اِس کے ترجمے میں کوئی اختلاف نہیں خواہ وہ شیعی حضرات ہوں یا سُنّی حضرات۔ دونوں کے نزدیک ایک ہی معانی ہیں، لیکن جہاں ایسی آیات ہیں جس میں خدا فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳:۱۰۳)

تم سب کے سب مل کر خدا کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں فرقے فرقے مت ہو جاؤ۔

اب یہاں خدا کی رسّی کی بات جب آتی ہے آپ ترجموں کو دیکھیں گے الگ الگ type کے آپ کو ترجمے ملیں گے اور ساتھ ساتھ لوگوں کو ظاہری طور پر کوئی رسّی دکھائی بھی نہیں دیتی ہے کہ واقعاً آسمان سے کوئی ایسی رسّی لٹک رہی ہو اور جا کر لوگ مضبوطی سے اُس رسّی کو پکڑیں۔ تو اِس لئے اِس صورتِ حال کے پیشِ نظر، اس کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہونے کا خوف ہوتا ہے، اور اختلاف ہوا ہے اسلام میں۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جہاں محکمات کے معنی سیدھے سادے ہیں، اُس میں تاویل نہ ہو ایسی بات نہیں ہے۔ تاویل محکمات میں بھی ہے اور متشابہات میں بھی ہے لیکن عام لوگوں کے لئے محکمات کے معنی سیدھے سادے ہیں، سمجھ سکتے ہیں اور متشابہات کے معنی مثالوں میں ہونے کی وجہ سے سمجھنے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں جیسے آپ نے ''مشکل القرآن'' کے بارے میں سُنا ہے اِس سے پہلے۔ اِس سے مزید جو خاص نکات ہیں، ایک دو نکات شاید بعد میں بھی آسکتے ہیں، فی الحال background کے طور پر آپ اتنا سمجھ لیجئے۔ ابھی جو necessity کی بات، جو اِس کا ابھی title ہے، عنوان ہے اِس کے بارے میں ذرا سوچ لیجئے۔ necessity کس کو کہتے ہیں؟ necessity ایک ایسی چیز ہوتی ہے جو اگر نہ ہو، جس چیز کے لئے وہ necessity ہے اگر وہ نہ ہو تو اُس چیز کا زندہ رہنا مشکل ہوتا ہے۔ تو ہماری زندگی میں جسمانی زندگی کے لئے پانی ہے، ہوا ہے، خوراک ہے، اگر یہ نہ رہے ہمارے لئے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں ہم کتنے دن تک زندہ رہ سکیں گے۔ سب سے زیادہ اہم ہوا ہے، اُس کے بعد پانی ہے اور جہاں بھوک ہڑتال ہوتی ہے آپ دیکھتے ہیں وہ کتنے دن تک زندہ رہ سکتے ہیں، وہ بھی بہت عرصے تک زندہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ تو دین کو سمجھنے کے لئے بھی ایسی necessities ہیں اور یہ necessities کے بارے میں خدا خود فرماتا ہے کہ اُس نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں اُن تمام چیزوں کو زوج یعنی pair کی

صورت میں بنایا ہے، جوڑیاں ہیں اُن کی۔ چنانچہ یہ سورۂ یٰسٓ جس کا نمبر ۳۶ ہے اور اُس میں آیت نمبر بھی ۳۶ ہے، یاد کرنے میں بہت آسان ہے(۳۶:۳۶)۔خدا کیا فرماتا ہے؟

سُبۡحَانَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡأَزۡوَاجَ کُلَّھَا (۳۶:۳۶)

وہ ذاتِ پاک جو ہر صفت سے بالاتر ہے، خواہ وہ صفت روحانی ہو یا جسمانی، دونوں صفات سے بالاتر ہے۔ سبحان کے اصل معانی یہی ہیں، English میں Glory be to God اور کچھ ایسے کرتے ہیں لیکن وہ بہت ہی ایک عامیانہ ترجمہ ہے، صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ آپ نے پیر صدرالدّین کے گنان میں پڑھا ہوگا:

جنے نہ نام، نہ ٹھام، نہ رنگ، نہ روپ۔[۱]

خدا اپنی اصلیت میں نہ اُس کا کوئی رنگ ہے، نہ شکل ہے، وہ بہت ہی بالاتر ہے، ہر چیز سے بالاتر ہے۔ ہاں، وہ جب اپنی مرضی سے ظہور فرماتا ہے، تو کسی بھی چیز میں ظہور فرما سکتا ہے۔ فرماتے ہیں اِسی ذاتِ پاک کے لحاظ سے فرماتے ہیں:

سُبۡحَانَ الَّذِی۔ وہ ذاتِ پاک ہر صفت سے بہت ہی بلند ہے۔

خَلَقَ الۡأَزۡوَاجَ کُلَّھَا۔ اُس نے تمام ازواج کو بنایا۔

مِمَّا تُنۡبِتُ الۡأَرۡض۔ زمین سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں اُن کی بھی۔

وَمِنۡ أَنۡفُسِھِمۡ۔ اور خود تمہارے اندر یعنی انسان جو پیدا ہوا ہے ایک مرد اور ایک خاتون سے پیدا ہوا ہے۔ اِس کے ساتھ فرماتے ہیں:

وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُون۔ اور دوسری بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں آپ کو کوئی علم نہیں، لیکن اُن کے اندر بھی خدا نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ ازواج کی صورت میں ہیں، pair کی صورت میں پیدا کی ہیں۔ اب اِسی آیت کی مزید وضاحت کے لئے حضرتِ محمد مصطفٰی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں:

خلق اللہ الاشیاء کلھا مزدوجۃ لیکون دلالۃ علی وحدانیتہ۔[۲]

خلق اللہ الاشیاء کلھا۔ خدا نے پیدا کیا تمام چیزوں کو۔

مزدوجۃ۔ یہ 'ازدواج' سے ہے، یہ عربی زبان میں زوج سے الگ الگ شکلیں ہیں۔ مزدوجۃ کے معنی pairs کی صورت میں۔ کیا اِس کے اندر حکمت ہے؟ اِس کے اندر حکمت یہ ہے:

لیکون دلالۃ علی وحدانیتہ۔

تا کہ یہ تمام چیزیں ایک دلیل بن سکیں، ایک proof بن سکیں، خدا کی وحدانیت پر یعنی دُنیا میں خدا نے جو pairs بنائے ہیں، ہر ایک یہ شہادت دیتا جائے گا کہ خدا نے ہم کو تو بنایا ہے pairs کی صورت میں، لیکن خود خدا جو ہے 'وحدہ لاشریک' ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ہے، اُس کا کوئی زوج نہیں ہے۔ تو آپ نے دیکھ لیا یہ آیت بھی میں نے quote کی اور آیت کی مزید وضاحت پیغمبر کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اب یہ pairs کس طرح خدا نے بنایا ہے، اِس کی ایک دو مثالیں، قرآن ایسی مثالوں سے بھرا ہوا ہے لیکن سب کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف ایک دو مثالیں دی جائیں گی۔ تو اِن میں سے ایک ہے سورۂ لقمان میں (۲۰:۳۱)، اِس میں ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر ہے۔ خدا فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُم ۔ کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ خدا نے تمہارے لئے تمام چیزوں کو subjugate کیا ہے، مسخر کیا ہے، تمہارا فرمانبردار بنایا ہے تمام چیزوں کو۔

مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْض ۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تیرے لئے مسخر کیا، فرمانبردار بنایا۔ پھر اُس کے بعد فرماتے ہیں:

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَة ۔ اور خدا نے تمہارے لئے ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی چیزیں آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں یہاں چیزیں ظاہر میں بھی ہیں اور باطن میں بھی ہیں لیکن خدا نے یہ دو چیزیں کوئی باطن کو چھپا کر اپنے لئے نہیں رکھا ہے خواہ وہ ظاہر میں ہوں یا باطن میں، دونوں چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں۔ جو چیز آج ہم سے باطن ہے اگر ایک مومن ظاہر سے باطن میں داخل ہو جائے اِس زندگی کے اندر، ظاہر سے باطن میں داخل ہونے کا طریقہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں، ہمارے اماموں نے جو بندگی ہم کو عطا کی ہے، جو اسمِ اعظم امام نے عطا فرمایا ہے اگر نیک بخت مومنین امام کی ہدایت کے مطابق diligently، بہت ہی چستی کے ساتھ، ہوشیاری کے ساتھ اُس پر عمل کریں تو اپنی زندگی میں حواسِ ظاہر کے بعد حواسِ باطن تک وہ پہنچ سکتے ہیں یعنی درمیان میں جو پردہ ہے حواسِ ظاہر اور حواسِ باطن کے درمیان وہاں سے گزر کر باطنی عالم کو دیکھ سکتے ہیں اور ہمارے پیروں نے گنانوں میں فارسی نظموں میں اِس کا ذکر کیا ہے اور انبیاء، ائمۂ طاہرین اور اُن کے نیچے جن عظیم بزرگوں نے دعوت دی ہے وہ سب باطنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ اُن کو امام کی امامت کا یقینِ کامل حاصل ہوتا تھا باطنی آنکھ کی وجہ سے۔ تو یہ ہے باطنی نعمت، ظاہری نعمتیں جو ہیں وہ انسان کے کھانے پینے

کے لئے، اِس جسم کو قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ باطنی نعمت اپنی رُوح کی ترقی کے لئے ہے، روحانی منزلوں سے بلند ہونے کے لئے ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ خواہ ظاہری ہو یا باطنی خدا کسی بھی نعمت سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ اللہ الصمد ہے۔ صمد اُردو، فارسی، گجراتی میں بھی بے نیاز کہتے ہیں۔ نیاز ضرورت کو کہتے ہیں، بے نیاز کے معنی جس کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اِسی طرح خدا کے پاس جو علم ہے، ظاہری علم اور باطنی علم، خدا اِن دونوں علوم سے بے نیاز ہے۔ ظاہری علم کو اکتسابی علم کہتے ہیں جو ہم بہت محنت کر کے حاصل کرتے ہیں لیکن باطنی علم کا پھر وہی طریقہ ہے۔ امام کی ہدایت کے مطابق علم الیقین کے ساتھ کوئی عبادت کرے تو پھر اُس کو عین الیقین اور حق الیقین کا علم مل جاتا ہے، روحانی علم مل جاتا ہے اور ہمارے پیروں نے جو دعوت دی ہے اِسی روحانی علم کی طاقت سے، جن کو معجزات کرنے کی طاقت ہوتی ہے وہ ایسے کام کر سکتے ہیں جو دوسرے لوگ اُس کی نقل، اُس کو immitate نہیں کر سکتے ہیں۔

تو قربان جائیں آپ نے اندازہ کیا کہ necessity کیوں ہونی چاہئے۔ ظاہر کے ساتھ باطن کی جب necessity ہے تو پھر پیغمبروں کی دعوت کس طرح تھی؟ تو پیغمبروں کی دعوت اِسی طرح تھی کہ ہر پیغمبر کے ساتھ شروع شروع سے اُن کا وصی یا اساس شروع سے مقرر ہوتا تھا۔ دیکھئے پیغمبر نے جو مولانا علی کو مقرر کیا تھا، پیغمبر نے دو مرتبہ مولانا علی کو مقرر کیا تھا۔ سب سے پہلے جب پیغمبر نے اپنا mission شروع کیا، اپنی دعوت شروع کی تو دعوت کے شروع ہی میں پیغمبر نے مولانا مرتضیٰ علی کو مقرر کیا۔ آپ کتابِ دعائم الاسلام میں جو پہلا باب ہے، پہلا chapter ہے جو ولایت پر ہے، یہ دو صورتوں میں چھپی ہے English میں۔ ایک تو صرف امامت کا جو chapter ہے The Book of Faith کے نام سے چھپ گئی ہے اور دوسری صورت وہ complete دعائم الاسلام جو ہے English میں دو حصّوں میں چھپ گئی ہے۔ اِس کے اندر یہ آپ کو قصّہ ملے گا کہ پیغمبر نے اپنی دعوت کس طرح شروع کی۔ عشیرۃ الاقربین کہتے ہیں کہ پیغمبر نے سب سے پہلے اپنے خاندان کو بلایا تھا۔ عشیرہ family کو کہتے ہیں، اقربین معنی closest family اور اُس میں closest family میں مولانا عبد المطلب کی جو اولاد تھی اُن کو بلایا تھا۔ قصّہ کیا ہے؟ کہ حضرتِ مولانا عبد المطلب کی جو اولاد تھی اُن کو خدا کے حکم سے پیغمبر نے بلایا اور مولانا مرتضیٰ علی سے ارشاد فرمایا کہ ایک بھیڑ کی یا بکری کی ایک ٹانگ پکایا جائے اور اُس کے ساتھ دودھ کا ایک بڑا پیالا رکھ دیا۔ کہتے ہیں تقریباً چالیس اُن کی اولاد میں سے جمع ہو گئی۔ وہاں پر بھی پیغمبر کا معجزہ ہوا، حالانکہ کہتے ہیں اُن میں سے بعض تو ایسے ہٹے کٹے تھے کہ ایک بھیڑ یا ایک بکری پوری کھا سکتے تھے لیکن اِس کے باوجود اِس ران، ٹانگ سے گوشت کھالیا

اور اُس پیالے سے دودھ پیا، سب کا پیٹ بھر گیا تو ابو جہل نے کہا دیکھو یہ محمد کی پہلی جو ہے magic اُس کی شروع ہوگئی۔ تو اِس مجلس میں مختصر یہ ہے قصّہ تھوڑا سا لمبا ہے، آپ detail میں وہاں پڑھ سکتے ہیں۔ تو پیغمبر نے کس طرح address کیا اپنی قوم کو؟ مولانا عبدالمطلب کی اولاد کو کس طرح دعوت دی؟ فرماتے ہیں:

یا بنی عبد المطلب اطیعونی تکونوا ملوک الارض و حکامھا ان اللہ لم یبعث نبیا الا جعل له وصیا و وزیرا او وارثا و اخا و ولیا فایکم یکون وصیی و وارثی و ولیی و اخی و وزیری۔ [۳]

یا بنی عبد المطلب ۔ اے عبدالمطلب کی اولاد۔

اطیعونی۔ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (۴:۵۹) تو آپ کو معلوم ہے۔

اطیعونی۔ یعنی تم میری اطاعت کرو۔ تو اُس کا کیا فائدہ اُن کو ہوگا؟

تکونوا ملوک الارض و حکامھا۔ کہ تم زمین کے بادشاہ ہوگے اور اُس کے حاکم آپ بنیں گے یعنی میری دعوت پر یا میں جو آپ کو اسلام پیش کر رہا ہوں اِس کو آپ لوگوں نے تسلیم کیا تو دین و دُنیا دونوں کی سعادت آپ کو مل جائے گی، صرف ظاہری نہیں یا صرف باطنی نہیں، ظاہری اور باطنی دونوں سعادتیں آپ کو مل جائیں گے۔ تکونوا ملوک الارض و حکامھا۔

پھر اِس کے بعد فرماتے ہیں کہ دعوت دینے کی شرط کیا رکھی ہے خدا نے؟ کس طرح دعوت دینے کا حکم ہے خدا کو۔ فرماتے ہیں:

ان اللہ لم یبعث نبیا۔ خدا نے کبھی بھی کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا ہے اور بھیجا ہے تو کس صورت میں؟

الا جعل له۔ سوائے اِس کے کہ جب بھی کسی نبی کو بھیجا تو اُس کے لئے مقرر کیا، کس کو مقرر کیا؟

وصیا۔ یہاں پر یہ title جو ہے خاص امامت کے titles ہیں یہاں اور جو پیغمبر کا جانشین ہوتا ہے۔ ایک وصی یعنی وہی شخصیت جو ہے وہ وصی بھی ہے۔

ووزیرا۔ اور یہی شخصیت اُس کا وزیر بھی ہوگا۔

ووارثا۔ اُس کا inheritor ہوگا۔

واخا۔ اور اُس کا بھائی بھی ہوگا۔

و ولیا۔ اوراُس کے دوست ہوں گے، نگہبان ہوں گے، دوست ہوں گے۔

تو یہاں پر یہ پانچ title ہیں۔ وصی ہے، وزیر ہے، وارث ہے، اخ یعنی بھائی، اور ولی ہے۔ تو پیغمبر نے بہت تو تین مرتبہ اُن سے یہ سوال کیا کہ کسی نے جواب نہیں دیا سوائے مولا نا مرتضیٰ علی کے۔

فایکم یکون وصیی و وارثی و ولیی و اخی و وزیری۔ تم میں سے کون ہے جو اِن صفات کے ساتھ میری مدد کرے یعنی وہ میرا وصی، وزیر، وارث، اخ (بھائی) اور ولی ہو جائے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، تینوں مرتبہ مولا نا مرتضیٰ علی نے فرمایا یا رسول اللہ! ہر چند کہ میری عمر چھوٹی ہے لیکن میں ہر صورت میں آپ کی مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔ پھر پیغمبر نے فرمایا یقیناً تم ہی میرے وصی ہو، وارث ہو، میرے بھائی ہو اور میرے ولی ہو۔

اب اِس کی مزید وضاحت قرآنِ کریم میں دیکھیں، سورۂ طٰہٰ میں کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ پیغمبر نے مولا نا مرتضیٰ علی کے بارے میں کیا فرمایا؟ یا علی تمہاری position، تمہاری حیثیت میرے ساتھ ایسی ہے جس طرح حضرتِ ہارون علیہ السّلام کی حیثیت حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ تھی۔ [۴] تو یہ پیغمبر کی صرف ایک اکیلی مثال نہیں ہے، ایک unique case نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کے ساتھ یہی ہوا ہے، شروع سے لے کر آخر تک، کہ نبی جو ہوتا ہے خدا اُن کو تنزیل کے لئے مقرر کرتا ہے، اور جو وصی ہے یا اساس ہے وہ تاویل کے لئے مقرر کرتا ہے۔ یہی میں عرض کر رہا ہوں دوبارہ کہ خدا ہر نبی کو تنزیل کے لئے مقرر کرتا ہے اور اُس کے وصی یا اساس کو تاویل کے لئے مقرر کرتا ہے۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ پیغمبر تنزیل تو لا دیں اور تاویل کرنے والا کوئی نہ ہو؟ تو اِس لئے ابھی اِس سلسلے میں جو تاویل کی اہمیت ہے ہماری سُنّی برادری کی کتابوں میں، کئی ایک کتابوں میں یہ حدیث آ چکی ہے اور ہم ناچاروں نے حدیث کا ایک collection تیار کیا ہے جس کا پہلے ذکر ہوا ہے۔ یہ ہماری سُنّی برادری کی کتابوں سے جمع کیا ہے ہم نے، کہ کبھی کبھار کیا ہوتا ہے کہ کچھ حضرات کہتے ہیں یہ توشیعی حدیث ہے، یہ ہماری نہیں ہے، تو اِس لئے ہم نے اہلِ بیت کے بارے میں سُنّی برادری کی جو کتابیں ہیں وہاں سے چُن چُن کر ہم نے یہاں پر اکٹھا کیا ہے اور اِن کتابوں میں یہ حدیث بھی پائی جاتی ہے۔ کیا ہے حدیث؟ پیغمبر فرماتے ہیں:

اِنَّ مِنکُم مَن یُقَاتِلُ عَلٰی تَاوِیلِ القُرآنِ کَمَا قَاتَلتُ عَلٰی تَنزِیلِہٖ [۵]

اِنَّ مِنکُم۔ تم میں سے ایک ایسا شخص بھی ہے

مَن یُقَاتِلُ۔ وہ تمہارے ساتھ جنگ کرے گا

عَلٰی تَاوِیلِ القُراٰنِ ۔قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا

کَمَا قَاتَلتُ عَلٰی تَنزِیلِہٖ ۔کہ جس طرح میں نے قرآن کی تنزیل پر میں نے جنگ کی اِسی طرح میرے بعد تمہارے درمیان وہ شخص بھی ہے جوقرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا۔

خود سُنّی برادری کی کتابوں میں ہے کہ جب پیغمبر نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تو کہتے ہیں حضرت ابوبکر آگے بڑھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں وہ تاویل کرسکتا ہوں؟ پیغمبر نے فرمایا نہیں، کیونکہ پیغمبر جو کچھ چیز لاتے ہیں اُس کے لئے conditions ہیں کہ وہ شخص جو ہے پیغمبر کے خاندان سے ہونا condition ہے۔آپ نے دیکھا وصی ہے، وزیر ہے، وارث ہے، اخ ہے اوراخ معنی جو بھائی ہے وہ family سے ہوگا تو اس لئے ہر کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔اُس کے بعد کہتے ہیں حضرت عمر نے یہی سوال کیا، یارسول اللہ! کیا میں وہ شخص ہوسکتا ہوں؟ پیغمبر نے فرمایا نہیں آپ بھی اِس کے قابل نہیں ہیں۔تو پھر اُنہوں نے سوال کیا:

مَنْ ھُوَ یارَسُولَ اللہ ۔اگر ہم نہیں ہیں تو پھر یہ تاویل کرنے والا کون ہے؟

اُس وقت پیغمبر کے جوتے جو تھے وہ ٹوٹ گئے تھے کہ پیغمبر کے نزدیک تھوڑی دور مولانا مرتضیٰ علی پیغمبر کے جوتوں کو ٹھیک کررہے تھے۔تو پیغمبر نے فرمایا:

ھُوَ خَاصِفُ النَّعل ۔ یہ بہت بڑی اصطلاح ہے شیعہ مذہب میں۔لفظی معنی کے لحاظ سے بڑی نہیں ہے، جوتے ٹھیک کرنے والا کوئی بڑا title نہیں ہے لیکن چونکہ اِس title کا تعلق تاویل سے ہے اس لئے اِس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔تو پیغمبر نے فرمایا:ھُوَ خَاصِفُ النَّعل ۔ جوشخص قرآن کی تاویل کرنے والا ہے وہ وہی شخص ہے جو میرے جوتے ٹھیک کررہا ہے، یعنی مولانا مرتضیٰ علی۔تو اِس لئے قرآن کی تاویل کے لئے پیغمبر نے جب اپنی دعوت شروع ہوگئی اُس زمانے سے مولانا مرتضیٰ علی کو مقرر کیا تھا اور اِس سے پہلے مولانا مرتضیٰ علی کا یہ فرمان ہم نے سُنا ہے کہ مولانا مرتضیٰ علی نے فرمایا کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں میں نہیں جانتا ہوں رات کو اُتری یا دن کو اُتری، پہاڑوں میں اُتری یا میدانوں میں اُتری۔[٦] اور ساتھ ساتھ اِسی سلسلے میں ایک اور خاص مولا کا ارشاد ہے، یہ بھی سُن لیجئے۔مولانا مرتضیٰ علی فرماتے تھے، اُن کا چونکہ یہ مرتبہ تھا تاویل کا مرتبہ، فرماتے تھے:

سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونی ۔[٧]

پوچھو مجھ سے قبل اِس کے کہ تم مجھے گُما دو گے کیونکہ مولا نا مرتضیٰ علی سے لوگوں کا ہاتھ چھوٹ گیا دُنیا کی خاطر۔ دُنیا کی عزت کی خاطر، دُنیا کے مرتبے کی خاطر لوگوں نے کیونکہ مولا کا مرتبہ بہت ہی مشکل ہے سمجھنا۔ جب تک کوئی علم میں آگے نہ بڑھے، دل و دماغ کو پاک نہ کرے تو مولا کی فرمانبرداری کوئی آسان چیز نہیں۔ تو اِس لئے قربان جائیں کہ تاویل کی necessity اِس لئے ہے کہ تاویل کے بغیر کوئی قرآن کا مفہوم ہی نہیں بنتا، متشابہات خاص کر اور قرآن کی تاویل جاننے والے ہر کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ خاندانِ نبوّت سے ہونا چاہئے اور آپ نے اِس سے پہلے سُنا کہ جب کافروں نے پیغمبر کے لئے کہا کہ تم پیغمبر نہیں ہو، تمہارے پاس کیا ثبوت ہے پیغمبر ہونے کا تو خدا کیا فرماتا ہے پیغمبر سے؟

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (۱۳:۴۳)

جو کافر ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں تُو مرسل نہیں، تُو رسول نہیں ہے۔ پیغمبر کے لئے کیا فرمایا؟

قُلْ ۔ اُن سے کہہ دو۔

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (۱۳:۴۳)

یہ سورہ نمبر ۱۳ ہے اور آخری آیت ہے یہ ۴۳، chapter 13 اور verse 43۔ اُن سے کہہ دو کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے آپ مجھے مانتے ہیں یا نہ مانتے ہیں اور آپ کے طعنہ دینے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ میرے پیغمبر ہونے کی شہادت ایک تو خدا دے گا اور دوسرا وہ شخص دے گا جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

آپ اندازہ کیجئے کہ جس کے پاس تاویل نہ ہو، حکمت نہ ہو، باطنی علم نہ ہو، وہ پیغمبر کی روحانیت کو نہ جانتا ہو، پیغمبر کی وحی کس طرح پیغمبر پر اُترتی تھی وہ نہ جانتا ہو تو وہ کس طرح شہادت دے سکتا ہے؟ اِس تجربے کے بغیر، اِن کو دیکھے بغیر، اِن پیغمبر کے روحانی واقعات کو دیکھے بغیر کہ کس طرح پیغمبر معراج تک پہنچ گئے اگر کوئی شہادت دے تو اُس کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، وہ ایک جھوٹی شہادت ہوگی۔ دیکھے بغیر شہادت دینا ایک جھوٹی شہادت ہوتی ہے۔ تو اِس لئے آپ نے اندازہ کیا کہ تاویل کے بغیر قرآن کے کوئی معانی نہیں ہوتے ہیں، اِس سے پہلے ہم نے کئی مثالیں دی ہیں۔ ایک تو جو ہے یہ رسّی کی مثال ہے، حبل اللہ۔ دوسری مثال شجرۂ طیبہ کی ہم نے مثال پیش کی ہے کہ ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑ مضبوط ہے زمین میں اور شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے اور بارہ مہینے چوبیس گھنٹے وہ میوہ دیتا رہتا ہے۔ کتنا مشکل ہے جب تک کوئی اِس کی تاویل نہ کرے تو اِس لئے یہ ثابت ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم میں حضرت یوسف کے بارے میں تین جگہ پر تاویل سکھانے کی بات آئی ہے۔

یہ سورۂ یوسف جس کا نمبر ۱۲ ہے، ایک تو نمبر ۶ ہے اور دوسرا نمبر ۲۱ ہے اور تیسرا نمبر ۱۰۱ ہے۔ پہلے میں حضرت یعقوب حضرت یوسف سے فرماتے ہیں کہ خدا تم کو تاویل سکھائے گا۔ دوسری آیت میں خدا حضرت یوسف سے فرماتے ہیں میں تم کو تاویل سکھانے والا ہوں، اور تیسری آیت میں حضرت یوسف خدا سے عرض کرتے ہیں کہ میرے ربّ! تُو نے مجھے تاویل کا علم دیا۔ اِسی طرح حضرتِ خضر کے بارے میں قرآن میں آیا ہے کہ حضرتِ خضر علیہ السّلام کا نام قرآن میں نہیں ہے، عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ (۶۵:۱۸) خدا نے اتنا فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ، لیکن یہ پیغمبر کی حدیث میں اِس کا ذکر ہے، خود ہماری اسماعیلی کتابوں میں بھی اِس کا ذکر ہے کہ اِس بندے سے مراد حضرتِ خضر تھے، وہ تاویل کے مالک تھے اُس زمانے میں اور حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام ابھی تک اُس درجے تک نہیں پہنچے تھے۔ خدا فرماتے ہیں کہ ہم کو علمِ لدنی عطا کیا تھا۔ لدنی کے معنی وہ علم جو خدا کے پاس ہے اور ساتھ ساتھ اور یہ ہے سورہ نمبر ۱۸ اور 65 verse اور دوسری آیت اِسی chapter میں ہے ۸۲۔ اُس کے اندر بھی اِسی کا ذکر ہے تو اِس لئے خود قرآن سے یہ ثابت ہے اور حضرتِ خضر کے قصّے میں نہ صرف تاویل کا ذکر ہے بلکہ پہلے تنزیل کی مثالیں دی گئی ہیں، پھر اُس کے بعد اُن کی تاویل کا بھی بیان آیا ہے، مثلاً حضرتِ خضر نے کشتی میں ایک سوراخ کر دی، اُس کے بعد ایک لڑکے کو قتل کیا اور تیسری جو ہے کسی گاؤں میں گئے، اُنہوں نے کچھ نہیں دیا پھر بھی ایک دیوار گرنے والی تھی اُس کو درست کرایا اور اِس کی تاویل بھی ساتھ ہے۔ تو اِن آیتوں میں آپ پڑھیں گے تفصیل سے آپ کو یہ تاویل کا بھی ذکر ہے اور تنزیل کا بھی ذکر ہے۔ تو اِس لئے یہ کہنا کہ قرآن کی تاویل نہیں ہوسکتی ہے تو آپ ہی خود judge کر سکتے ہیں کہ کہاں تک یہ حقیقت کے نزدیک ہوسکتی ہے۔ ابھی صرف آخری نکتہ یہ ہے، سب سے آخر میں جو آیت ہے وہ سورہ نمبر ۳ ہے اور آیت نمبر ۷ ہے اور یہ بہت ہی اہم آیت ہے، تاویل کے سلسلے میں۔ خدا فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیٓ أَنزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتَابَ مِنۡهُ آیَاتٌ مُّحۡکَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الۡکِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِینَ فِیۡ قُلُوبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَأۡوِیلِهٖ وَمَا یَعۡلَمُ تَأۡوِیلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِی الۡعِلۡمِ (۳:۷)

پہلے میں نے اِس کا ذکر کیا کہ خدا نے فرمایا میں نے کتاب بھیجی، اُس کے اندر دو قسم کی آیات ہیں، محکمات ہیں، متشابہات ہیں۔ اب قرآنِ کریم کے اندر یہ ہے کہ condition یہ ہے کہ تاویل جو ہے یا تو خود خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ اِن کے علاوہ کوئی قرآن کی تاویل نہیں جانتا ہے سوائے اُن کے جن کو خود امام نے تعلیم دی ہے اپنی دعوت کے لئے یعنی بزرگانِ دین، جو امام کی طرف سے دعوت کرتے تھے اُن کے لئے امام تاویل سکھاتے ہیں۔ اِس کے علاوہ فرماتے ہیں اگر

کوئی قرآن کی تاویل کرنے کی کوشش کرے تو وہ تاویل تاویل نہیں ہوگی، وہ ایک ایسی تاویل ہوگی جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ پیدا ہوگا یعنی وہ تاویلات الگ الگ ہوتی ہیں، مختلف ہوتی ہیں۔ ابھی اگر آپ کسی تفسیر کو دیکھیں تو ایک آیت کے تقریباً بیس تیس تک اُس کی تشریحات ہوتی ہیں، فلان نے یہ کہا، اُس نے یہ کہا، اُس نے یہ کہا لیکن کس کو ہم follow کریں، کس کی پیروی کریں وہ decide نہیں کرتے ہیں۔

تو اِس لئے قربان جائیں خدا کے دین میں کوئی بھی بات شک کی نہیں ہوتی ہے۔ یہ دکھائی دیتا ہے، یہ لگتا ہے، ایسی زبان نہیں ہوتی ہے۔ دین کی زبان کیا ہوتی ہے؟

الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (۲:۱-۲)

دین کی زبان اِس طرح ہے، ہوگا نہیں، ہے۔

الٓمّٓ۔ یہ جو کتاب ہے، کتابِ ناطق ہے جو زمانے کا امام ہے۔

ذٰلِکَ الْکِتَاب۔ وہ کتاب جو کتابِ ناطق ہے، جو speaking book ہے اُس کی جو ہدایت ہوتی ہے۔

لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ اُس کے اندر کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا ہے۔

ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن۔ وہ متقین کے لئے ہدایت ہی ہدایت ہوتی ہے۔

دین میں شک کے لئے کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ خدا نے شکوک کو دور کرنے کے لئے، راہِ راست پر چلانے کے لئے پیغمبر کو بھیجا ہے اور پیغمبر کے بعد آپ نے دیکھا اُس کے وصی کو، وارث کو، وزیر کو، اخ کو اور ولی کو مقرر کیا ہے تا کہ پیغمبر کے بعد لوگوں کے پاس یہ بہانہ نہ ہو کہ بارِ خدایا! ایک زمانہ ایسا تھا کہ تُو نے ایک ہادیٔ برحق کو بھیجا راستہ دکھانے کے لئے لیکن ہمارے زمانے میں کوئی راستے کی وضاحت کرنے والا نہیں، کل اگر ہم گُم گئے تو پھر responsibility کس کی؟ تو خدا کو بدنام کریں گے لیکن خدا جو ہے ایسا موقع دینے والا نہیں ہے، اُنہوں نے پہلے سے تمام اسباب جو ہیں وہ اُنہوں نے مہیا کئے ہیں۔ اِسی لئے پیر ناصر خسرو نے جب اپنے زمانے کے جو فقہا تھے، jurists تھے اُن کے ساتھ جب debate کی، جواب نہ دے سکے کہ ابھی نہ پیغمبر رہا ہے، نہ وہ صحابہ رہے ہیں، نہ پیغمبر کا ہاتھ دُنیا میں ہے کہ جس کے ہاتھ پر بیعت دیں تو خدا کی بیعت ہوگی، یہ ابھی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ تو پیر ناصر فرماتے ہیں کہ خدا نے تو فرمایا کہ پیغمبر جو ہے وہ سراجِ منیر ہے، روشن چراغ ہے اور اِس روشن چراغ کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے خدا نے وعدہ کیا ہے لوگوں سے، اور پھر فرماتے ہیں پیر ناصر:

ماجرم چہ کردیم نزادیم بدان وقت　　　　محروم چرا ئیم زپیغمبر و مضطر [۸]

ہم نے کون سا گناہ کیا تھا کہ جس کی وجہ سے پیغمبر کے زمانے میں ہم پیدا نہیں ہو گئے تا کہ اُن کے ذریعے اگر اُن کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو خدا کی بیعت ہوتی۔ آج ہم پیغمبر سے محروم کیوں ہیں اور ہم کیوں اتنے پریشان ہیں؟ خدا نے ہم کو اِس طرح کیوں چھوڑا ہے؟

تو قربان جائیں چونکہ وہ محقق تھے، حقیقت کی تلاش میں نکلے تھے اور اُن کی جو محنت جو تھی اُس کا پھل مل گیا۔ تلاش کرتے کرتے قاہرہ پہنچے، سیّدنا المؤید فی الدّین شیرازی سے تمام سوالات کئے، اُن کے جوابات مل گئے۔ پھر اُنہوں نے امام کے پاک دیدار تک پہنچایا، امام کی بیعت کی، اُس کو تسلّی ہو گئی کیونکہ پہلے سے وہ بہت ہی حکمت، فلسفہ تمام چیزیں پڑھے ہوئے تھے، ظاہری علم کی اُن کو ضرورت نہیں تھی، باطنی علم اُن کو مل گیا تو اُن کو حجّتِ خراسان و مشرق زمین کہتے ہیں یعنی بدخشان وغیرہ کے جو علاقے تھے وہ اور خراسان، اِن تمام علاقوں کے لئے اُن کو حجّت مقرر کیا اور حجّت کے ذریعے سے، امام کے بعد حجّت کے ذریعے سے، پیروں کے ذریعے تاویل کا سلسلہ جاری ہے۔ آج نور مولانا شاہ کریم الحسینی حاضر امام کے کتنے فرامین ہیں، یہ تاویل کا سلسلہ ہے قربان۔

الحمدللہ علٰی منہ و احسانہ۔ اُن کی رحمتوں اور کرامتوں سے قربان جائیں اور تاویل کا یہ سلسلہ اور یہ نعمت ہمیں ابھی بھی جاری و ساری ہے اور اُس سے مومنین و مومنات کی ہر مشکل آسان ہوتی ہے۔ اسماعیلی مذہب میں شروع سے لے کر آخر تک کوئی مشکل مشکل نہیں رہی ہے کیونکہ مشکل کُشا ہے، ہادیٔ برحق ہے، تاویل کرنے والا مالک حاضر و ناظر ہے جس کے لئے ہم جتنی شکر گزاری کریں، سجدے دیں مولا اِس کی ہم کو ہمت اور یاری دے اور توفیق عطا فرمائے۔ تو یہاں پر ہم جو ہیں وہ full-stop لگائیں گے۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 20th November, 2022.

حواشی

[۱]:　پیر صدرالدّین، گنان: ''بوجھ نرنجن''

[۲]: فہارس المجالس المؤیدیہ،۱-۳ (کراچی،۲۰۱۹ء) ص ۴۸

[۳]: سیدنا قاضی نعمان، دعائم الاسلام (عربی)، تحقیق آصف بن علی اصغر فیضی (بیروت، ۱۹۶۵)، حصۂ اول، صص ۱۵-۱۶

[۴]: ڈاکٹر فقیر محمد ہونزائی اور رشیدہ نور محمد ہونزائی، اہل البیت الاطہار فی الاحادیث النبویۃ (کراچی، ۲۰۲۰ء)، ص ۱-۳

[۵]: ایضاً، ص ۱۵

[٦]: فہارس المجالس المؤیدیہ،۱-۳ (کراچی،۲۰۱۹ء) ص ۵۳

[۷]: ایضاً، ص ۵۲

[۸]: سیدنا ناصر خسرو، دیوان، تحقیق حاجی سید نصر اللہ تقوی (تہران، ۱۳٦۷ شمسی/۱۹۸۸ء)، ص ۱۷۴

Global Lectures Series 01

Lecture 07: The Necessity of the Continuity of Divine Guidance

Date: 10 April 2022

Lecture by: Dr. Baḥru'l-ʿulūm *ṣāḥib*

توقربان آپ سب سے، علیٔ زمان کی نورانی تائید سب کو حاصل ہو۔ تو آپ نے دیکھ لیا مولانا حاضر امام کے فرامین کی روشنی میں اور حضرتِ مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جو کتاب ہے، اُس میں آپ نے دیکھ لیا کہ خدا نے کبھی بھی انسان کو نورانی ہدایت کے بغیر اندھیرے میں نہیں رکھا ہے۔ اندھیرے میں رکھنا وہ ارحم الراحمین کا کام نہیں ہے، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی جو تعلیم ہے سب سے اوّلین تعلیم الرَّحمان اور الرَّحیم کی ہے، اور ایک حدیثِ قدسی میں خداوند فرماتے ہیں کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت لیا ہے، یعنی اُس سے آگے گئی ہے میری رحمت اور غضب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ تو اِس لئے خدا کی خدائی میں رحمت نہ ہو، یہ ایک ناممکن چیز ہے، بلکہ خدا کے علم اور رحمت نے کائنات کی تمام چیزوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے، اُن کا احاطہ کیا ہے۔ تو اِس لئے خدا نے حضرتِ انسان کو دُنیا میں بھیجا تو بغیر روشنی اور ہدایت کے کبھی نہیں بھیجا ہے۔ لیکن اِس حقیقت کو جو ہم سُن رہے ہیں اِس کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ عقل کی روشنی میں اور ساتھ ساتھ قرآن، احادیث، اگر ہم اسماعیلیوں سے باہر ہماری مسلمان برادری ہے اُن کے ساتھ ہمیں بات چیت کرنی ہے تو قرآنِ کریم اور احادیث کی سخت ضرورت ہے۔ فرامین کا تعلق جو ہے اسماعیلی جماعت سے ہے۔ اِسی طرح پیروں نے جو گنان لکھے ہیں اُن کا تعلق بھی اسماعیلی جماعت سے ہے۔ یا عربی میں، فارسی میں ہمارے great داعیوں نے، حجتوں نے جو نظمیں لکھی ہیں اُن کا بھی ہم حوالہ نہیں دے سکتے ہیں کیونکہ حوالوں کے ذریعے سے کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے اِس بات کی ضرورت ہے کہ اُس بات کو سب مانتے ہیں۔ جن کے ساتھ ہماری بات چیت ہوتی ہے وہ بھی ان باتوں کو مانتے ہیں تو تب ہم اُس کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ اُس کے لئے دو بنیادی چیزیں ہیں، ایک قرآنِ کریم ہے اور اُس کے ساتھ احادیثِ نبوی ہیں۔ احادیثِ نبوی کے بارے میں بھی کچھ اختلاف ہیں۔ کچھ احادیث سُنّی برادری کے یہاں صحیح ہیں لیکن شیعہ کے یہاں صحیح نہیں ہیں، کچھ احادیث شیعہ برادری کے یہاں صحیح ہیں، سُنّی برادری کے یہاں صحیح نہیں ہیں۔ تو اِس لئے سب سے اہم جو source ہے، جو ہدایت کا ذریعہ ہے وہ قرآنِ کریم ہے جس کو تمام مسلمان برادری جو بھی کلمہ گو ہوں، جو بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ تمام قرآنِ کریم کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو اِس لئے ہم بات چیت کرنے کے دوران کوشش یہ کریں کہ جو ہم بات کرنا چاہتے

ہیں وہ قرآن کی روشنی میں ہوتو قرآن کوکوئی ردّ نہیں کرسکتا ہے۔

تو قربان جائیں، آپ کو یہ اماموں نے جو کچھ فرمایا، یہ کہ دُنیا میں ہمیشہ خدا کی طرف سے ایک ہادیٔ برحق ہے۔ خدا کی طرف سے ایک نور ہے لوگوں کے لئے روشنی دکھانے کے لئے کہ خدا نے جو صراطِ مستقیم مقرر کیا ہے، صرف صراطِ مستقیم نہیں بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ ایک نور بھی مقرر کیا ہے تا کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے اِس نور کی روشنی میں بڑی آسانی کے ساتھ چل سکیں۔ تو قرآنِ کریم میں بھی ایسی بہت سی آیات ہیں، اُن میں سے ایک آیت کا میں یہاں پر ذکر کرتا ہوں۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَإِنۡ مِّنۡ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۳۵:۲۴)

فرماتے ہیں قرآنِ کریم میں کہ کوئی اُمّت ایسی نہیں گزری ہے کہ جس کے اندر خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہ ہو۔ جو ڈرانے والا ہے وہ ہدایت کرنے والا بھی ہوتا ہے جس طرح آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ربّ العزّت آنحضرت کے بارے میں فرماتے ہیں، یہ سورہ نمبر ۳۳ ہے اور آیت نمبر ۴۵ ہے۔ اِس میں فرماتے ہیں:

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا وَّ دَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيرًا (۳۳:۴۵-۴۶)

شَاهِدًا۔ شاہد معنی گواہی دینے والا۔

وَ مُبَشِّرًا۔ اور بشارت دینے والا۔

وَ نَذِيرًا۔ اور ڈرانے والا۔

وَ دَاعِيًا إِلَى اللهِ۔ اور خدا کی طرف دعوت دینے والا۔

وَ سِرَاجًا مُّنِيرًا۔ اور ایک روشن چراغ کی طرح ہم نے آپ کو بھیجا ہے۔

خاص کر یہ روشن چراغ note کر لیجئے کہ اِس کے اندر نور کے معنی ہیں۔ نور کے معنی اِس لئے کہ خدا فرماتا ہے:

قَدۡ جَآءَ كُمۡ مِّنَ اللهِ نُوۡرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيۡنٌ (۵:۱۵)

کہ تمہارے لئے خدا کی طرف سے ایک نور بھی آیا ہے اور نور کے ذریعے کتاب بھی آئی ہے۔ پہلے نور کا ذکر ہے، پھر نور کے بعد کتاب کا ذکر ہے۔ تو اِس لئے دُنیا میں ہمیشہ کے لئے خدا کی طرف سے ایک ہادیٔ برحق، ایک روشن چراغ، ایک نورانی ہدایت خدا کی طرف سے، یہ ایک مسلّمہ امر ہے یعنی universally accepted fact ہے، اِس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے اور سب سے پہلے یہ قصّہ حضرتِ آدم سے شروع ہوتا ہے کہ خدا نے کس طرح رُوئے زمین پر اپنا ایک خلیفہ مقرر

کیا۔ اِس سلسلے میں آپ مزید جاننا چاہیں تو یہ ایک دو آیتیں نہیں ہیں، یہ کافی تین چار آیتوں کا یہاں پر مسئلہ ہے۔ آپ note کیجئے سورہ نمبر ۲ ہے اور آیت نمبر ۳۰ سے ۳۴۔ اِن تمام آیتوں کو ملا کر پڑھ لیجئے، اِس میں بہت روشنی ہے، اور اِس میں خدا کیا فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَةً (۲:۳۰)

خدا نے ملائکہ سے جب فرمایا میں رُوئے زمین پر ایک خلیفہ، اپنا جانشین، اپنی جگہ پر کام کرنے والے کو میں مقرر کرنے والا ہوں، تو فرشتوں نے کیا کہا:

قَالُوْٓا۔ اُنہوں نے کہا یا ربّ العزّت!

أَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنِّیْٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۲:۳۰)

تو فرشتوں نے اعتراض کیا خدا پر، بارِ خدایا! کیا تُو رُوئے زمین پر ایک ایسے شخص کو مقرر کریں گے جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور زمین میں خونریزی کرے گا، حالانکہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں، تجھے پاکیّت کے ساتھ ہم بیان، تعریف کرتے ہیں آپ کی۔ خدا نے جب یہ سُنا، کیا فرمایا؟

قَالَ إِنِّیْٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ میں ہر وہ چیز جانتا ہوں جو تم لوگ نہیں جانتے۔

تو خدا نے اُن کے اعتراض کو ردّ فرمایا۔ پھر اُس کے بعد آپ اُس میں دیکھیں باقی آیتوں میں کہ خدا نے فرشتوں سے امتحان لیا۔ کچھ روحانیین تھے اُن کو سامنے کر کے تو خدا نے فرشتوں سے پوچھا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو آپ اِن کے نام بتا دیجئے۔ وہ اُن کے نام نہ بتا سکے، پھر حضرتِ آدم کو چونکہ خدا نے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ کُلَّھَا (۲:۳۱)

یہاں کُل کی بات بہت ہی ضروری ہے کہ خدا نے حضرتِ آدم کو تعلیم دی، اسماء کی تعلیم دی۔ اسماء الحسنیٰ، خدا کے جو بہت ہی خوبصورت نام ہیں اُن تمام اسماء کی تعلیم دی۔ اِن تمام اسماء کے اندر کائنات وموجودات، روحانی اور جسمانی جو بھی چیزیں ہیں تمام کا علم سمایا ہوا ہوتا ہے، اِس لئے کُل کا لفظ آیا ہے۔ ویسے تو تھوڑی بہت تعلیم علم جو ہے، ہر کسی کو دی جاتی ہے لیکن یہاں کُل کی بات ہے تو حضرتِ آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی۔ پھر حضرتِ آدم سے خدا نے فرمایا کہ آپ اِن کے نام بتا دیجئے تو پھر حضرتِ آدم

نے اُن کے نام بتادیئے تو فرشتوں کو اچھی خاصی خفت ہوئی اور پھر اُنہوں نے توبہ کیا، اُنہوں نے کہا، بارِخدایا! تُو نے ہم کو جو کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے ہیں، یعنی تمام چیزوں کا علم ہمارے پاس نہیں ہے۔ اِس کے بعد خدا کا جو خلیفہ تھا اُس کے دو title مقرر ہوئے۔ ایک تو title ہے: مُعَلِّم الملائکہ، معلّم تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں یعنی حضرتِ آدم نہ صرف انسانوں کے معلّم تھے، وہ ملائکہ کے بھی معلّم ہوتے ہیں جن کو خدا اپنی جگہ پر خود مقرر کرتا ہے۔ اُن کی کوئی معمولی position نہیں ہوتی ہے۔ پھر اُس کے ساتھ ساتھ خدا نے فرشتوں کو اُن کی فرمانبرداری کے لئے فرمایا، غیر مشروط کُلّی فرمانبرداری۔ اس کو قرآن کی زبان میں سجود کہتے ہیں یا سجدہ کہتے ہیں۔

وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ (۲:۳۴)

فرماتے ہیں اِس کے بعد میں نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم آدم کے لئے سجدہ کرو۔ تو تمام ملائکہ نے حضرتِ آدم علیہ السّلام کے لئے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

أَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ۔ اُس نے انکار کیا اور تکبر سے کام لے لیا۔

تو خدا کا جو نور دُنیا میں ہے، جو ہادیٔ برحق ہے اُس کا ہمیشہ دُنیا میں ہونا تو اپنی جگہ پر ثابت ہے لیکن اُس کے ساتھ ساتھ اُس کی مخالفت بھی ثابت ہے۔ اِس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ پیغمبروں کی تاریخ آپ پڑھئے کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا ہے اُس کے زبردست مخالفین ساتھ ساتھ نہ ہوں کیونکہ انسان کو امتحان سے گزارنا مقصود ہے اور امتحان کے لئے جب تک دو opposite چیزیں ایک دوسرے کے مخالف چیزیں نہ ہوں تو امتحان کہاں سے؟ اِس لئے حق اور باطل کی جنگ۔

دو عَلَم افراخت اسپید وسیاہ۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ خدا کی خدائی میں شروع سے آخر تک جو ہے دو عَلَم ہیں، دو جھنڈے ہیں۔ ایک سفید جھنڈا ہے جو نور کا ہے اور دوسرا سیاہ ہے، کالا ہے جو شرّ کا ہے یعنی خیر اور شرّ کی جنگ جو ہے، ہادیٔ برحق اور مضلّ یعنی گمراہ کرنے والا جو ابلیس ہے، شیطان ہے وہ بھی ہمیشہ دُنیا میں ہے۔ تو اس لئے دونوں کو پہچاننے کی ضرورت ہے کیونکہ جب ہم کسی کی پہچان اگر نہیں کر سکتے ہیں تو پھر دوستی کس سے کرنا چاہئے یہ بھی نہیں جانتے ہیں، دشمنی کس سے کرنی چاہئے وہ بھی نہیں جانتے ہیں، تو دونوں کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ تو الغرض شروع سے ہی یہ ثابت ہو گیا کہ خدا کی طرف سے اُس کا خلیفہ، اُس کا جانشین ہمیشہ دُنیا میں ہے اور اُن کے ساتھ ساتھ اُس کے مخالفین بھی دُنیا میں ہو سکتے ہیں۔ اِسی حقیقت کو آنحضرت نے سامنے رکھ کر یہ بہت ہی مشہور حدیث ہے۔ یہ حدیث ہے اور اِس کے بعد ایک دوسری حدیث شاید بعد میں آئے گی، یہ

ہمارے Institute of Ismaili Studies نے کتاب چھاپی ہے Paradise of Submission، اُس کے اندر اِن حدیثوں کا ذکر ہے۔ تو پیغمبر فرماتے ہیں:

لَوْ خَلَتِ الْاَرْض مِنْ اِمَامٍ سَاعَةً لَمَادَتْ بِاَهْلِهَا۔ [۱]

اگر یہ زمین ایک لحظہ کے لئے، ایک moment کے لئے امام سے خالی ہو جائے تو کیا حشر ہوگا اِس کا؟ لَمَادَتْ بِاَهْلِهَا۔ اِس زمین کے اوپر جتنے لوگ رہتے ہیں اُن کے ساتھ ہلنے لگے گی کیونکہ اِس کو قرار جو ہے وہ ہادیٔ برحق کی وجہ سے ہے۔

آپ کو حیرت ہوگی کہ ہادیٔ برحق جسمانی لحاظ سے ایک شخص ہے، یہ زمین، زمین تو کیا! پوری کائنات کا قرار، stability اُس ذاتِ پاک کی وجہ سے ہے۔ تو اِس میں اِس مثال کو بیان کرتے ہوئے آگے ہمیں چلنا چاہئے۔ دیکھئے ہمارا جسم جو ہے، تو بہت سارے ہٹے کٹے بھی ہوتے ہیں، اچھا خاصا جسم ہوتا ہے، لیکن اُس کا control کس کے ہاتھ میں ہے؟ اُس کا control رُوح کے ہاتھ میں ہے۔ رُوح کوئی دکھائی دینے والی چیز نہیں ہے ظاہری آنکھوں سے، میں نے underline کیا ظاہری آنکھوں سے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کُلّی طور پر رُوح دکھائی نہیں دیتی ہے، یہ بات نہیں ہے۔ کسی نیک بخت انسان کی باطنی آنکھ کُھل جائے تو وہ شخص رُوح کو بھی دیکھ سکتا ہے جس طرح حضرت مولانا سلطان محمد شاہ علیہ السّلام نے فرمایا: تم جب ایک دوسرے کو دیکھتے ہو تو تمہارا ناک ہے، آنکھیں ہیں، منہ ہے، یہ ہے وہ جسمانی چیزوں کو آپ دیکھ سکتے ہیں۔ میں جب تمہاری طرف نظر ڈالتا ہوں تو میں رُوح کو دیکھتا ہوں۔ [۲]

اچھا، تو جسم کو control کرنا رُوح کے ذریعے یہ تو بہت عام بات ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اِس کو سمجھ سکتے ہیں کیونکہ جب انسان مَر جاتا ہے تو اُس کے بعد اُس کے جسم میں کوئی حرکت باقی نہیں رہتی ہے۔ اُس سے سب کو واضح ہو جاتا ہے کہ اِس کا control کرنے والا کیا تھا یا کیا چیز تھی۔ اِس کے بعد جو ہے رُوح کو control کون سی چیز کرتی ہے؟ رُوح کو control کرنے والی حقیقت عقل ہے۔ اُس کا کیا ثبوت ہے؟ اُس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی کو کوئی mental problem ہو، اُس کی عقل میں کوئی خلل اگر پیدا ہو جائے تو آپ دیکھتے ہیں کیسی کیسی حرکتیں اُس سے ہوتی ہیں۔ اُن حرکتوں کو دیکھ کر جس کے اندر کوئی logic نہیں ہوتی ہے، کوئی معنی نہیں ہوتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ اِس کی عقل میں کچھ خلل پیدا ہو گیا ہے، کوئی mental problem ہوا ہے۔ اِسی طرح جس طرح ہمارے جسم جو ہے اِس کو ہم عالمِ صغیر کہتے ہیں،

microcosm کہتے ہیں اور باہر کی کائنات جو ہے وہ macrocosm ہے، عالمِ کبیر ہے۔ تو اُس عالمِ کبیر کی جو عقل ہے اور اُس کی رُوح ہے وہ ہادیٔ برحق ہے کیونکہ اُن کے اندر universal soul بھی ہے اور universal intellect بھی ہے۔ پھر مولانا رومی کو میں quote کرتا ہوں:

عقلِ کُل و نفسِ کُل مردِ خداست۔ مردِ خدا یعنی خدا کا شخص کا مطلب مراد ہے، اُس کا خلیفہ ہے۔ اُس کی عقل عقلِ کُل ہے اور اُن کی مبارک اور مقدس نفس جو ہے وہ نفسِ کُل ہے۔ اِس لئے وہ اِس کو control کر سکتے ہیں۔ تو اِس لئے پیغمبر نے فرمایا: **لَو خَلَتِ الاَرضُ مِن اِمَامٍ سَاعَۃً لَمَادَت بِاَھلِھَا۔** اگر یہ زمین ایک لحظہ کے لئے امامِ زمان سے خالی ہو جائے تو اِس کے اوپر جتنے لوگ ہیں اُن سب کے ساتھ وہ ملنے لگے گی۔

تو پھر یہ تمام باتیں جو ہو گئیں اُس کی روشنی میں یہ بات بالکل ثابت ہے کہ قرآن سے ثابت ہے، حدیث سے ثابت ہے اور ساتھ ساتھ جو ہماری محدود عقل ہے اُس کے سامنے دو اور مثالیں ہیں۔ ایک ظاہری کائنات کی مثال ہے، آفاق کی مثال ہے اور دوسری انفس کی مثال ہے۔ آفاق کی مثال میں سورج ہے یا آج کل جس کو solar system کہتے ہیں، کہتے ہیں بہت ساری دُنیائیں ہیں۔ بھلے ساری دُنیائیں ہوں لیکن ہم جس solar system میں رہتے ہیں آیا یہ solar system سورج کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے یا اِس میں کوئی چیز پیدا ہو سکے گی؟ نہیں، سب جانتے ہیں کہ یہ solar system کی جو بقا ہے، اُس کی جو survival ہے، اُس کے جو زندہ رہنے کا جو سبب ہے وہ سورج کی وجہ سے ہے۔ اُس سے زیادہ قریب تر مثال خود حضرتِ انسان کی ہے۔ انسان کتنا بھی تندرست کیوں نہ ہو، خدانخواستہ اُس کو heart attack ہو گیا اور اُس کا دل بند ہو گیا، اُس کے بعد کیا حشر ہوتا ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں، سب جانتے ہیں کہ ہمارے زندہ رہنے کا ایک ذریعہ جو ہے وہ ہمارا دل ہے۔ جب تک یہ سلامت ہے تو تب تک ہم جسمانی طور پر ہم زندہ رہ سکتے ہیں لیکن اگر اُس کو کچھ خرابی پیدا ہو جائے تو ہماری جسمانی زندگی اُس کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ تمام جو روشن ہدایتیں ہیں، evidences ہیں، proofs ہیں، اِس سے ثابت ہے کہ دُنیا میں ہادیٔ برحق ہمیشہ کے لئے ہے۔

اب ہمارا main جو topic تھا وہ necessity کی وجہ سے ہے۔ ہم نے تسلیم کر لیا کہ یہ برحق ہے اپنی جگہ پر کہ ایک ہادیٔ برحق کا ہونا چاہئے لیکن سوال یہ ہونا چاہئے ابھی کہ اُس کے ہونے کا اصل main سبب کیا ہے۔ کیوں ہونا چاہئے اُس کو؟ اُس کے نہ ہونے سے کیا نقصان ہوگا؟ اِس سلسلے میں پہلے ہماری کچھ مقدمات ہم نے discuss کر لی، ایک اور

مقدمہ ہے۔مقدمات English میں premises یا propositions کہتے ہیں۔کوئی بھی discussion کرنا ہوتو اُس کی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں۔ایک دوسری بڑی بنیاد چونکہ اِس کا تعلق جو ہے ہماری رُوح سے ہے، ہم نے دیکھا کہ خدا نے ہادیٔ برحق جو مقرر کیا ہے رُوح کی خاطر، انسانوں کی خاطر مقرر کیا ہے۔اب یہاں جاننا یہ ضروری ہے کہ انسان کی رُوح کی حقیقت کیا ہے اور کہاں سے یہ انسانی رُوح آ گئی ہے؟ یہ بات بہت اہم ہے۔تو اِس سے پہلے کئی مرتبہ ہم نے discuss کیا ہے کہ خدا کی خدائی میں دو عالم ہیں۔ایک عالمِ روحانی ہے اور دوسرا عالم عالمِ جسمانی ہے اور جب کچھ حضرات نے آنحضرت سے پوچھا کہ آج آپ ہمیں رُوح کی حقیقت بتا دیجئے تو پیغمبر پر وحی اُتری رُوح کے بارے میں کہ رُوح کی حقیقت کیا ہے۔تو اِس سلسلے میں قرآنِ کریم میں ہے۔یہ سورہ نمبر ۱۷ ہے اور آیت نمبر ۸۵ ہے۔

وَیَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ (۸۵:۱۷)

اگر یہ لوگ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ اُن سے کہہ دیجئے:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّی (۸۵:۱۷)

اُن سے کہہ دو کہ رُوح جو ہے میرے ربّ کے امر سے ہے۔یعنی امر سے یہاں مراد عالمِ روحانی ہے۔خدا نے جو عالمِ روحانی بنائی ہے اُس سے یہ رُوح دُنیا میں آئی ہے۔پھر اُس کے بعد خداوند فرماتے ہیں:

وَمَآ أُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِیْلًا (۸۵:۱۷)

اور ہم نے آپ کو رُوح کے بارے میں جو علم دیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا علم دیا ہے۔کیوں تھوڑا علم دیا ہے؟ کہ رُوح کی حقیقت پوشیدہ حقیقت ہے، جسم کی طرح ظاہر نہیں ہے کہ ہم ظاہری آنکھوں سے اُس کو اچھی طرح سے دیکھیں، پرکھیں، check کریں، کیسی ہے بلکہ یہ ایک پوشیدہ حقیقت ہے۔اِن کا وجود جو ہے اُس کے فعل سے معلوم ہوتا ہے۔رُوح کے ہونے کا ثبوت کوئی ظاہری چیز نہیں ہے، dimensional چیز نہیں ہے کہ ہم اُس کو check کریں بلکہ رُوح کا جو فعل ہے، جو action ہے وہ چیزوں میں دکھائی دیتا ہے۔اُس کی وجہ سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُس کے اندر ایک حقیقت ہے جس کو رُوح کہتے ہیں۔تو اِس لئے خدا نے خود فرمایا یہ کوئی آسانی سے سمجھنے کی چیز نہیں ہے کہ میں آپ کو تفصیلی طور پر بتا دوں بلکہ یہ بہت ہی مشکل ہے۔مشکل اِس لئے ہے کہ یہ جسمانی نہیں ہے، روحانی ہے اور روحانی جو ہے صرف مثالوں کے ذریعے سے سمجھائی جاتی ہے۔

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی جو رُوح آئی ہے وہ عالمِ امر سے آئی ہے، خدا کے عالمِ امر سے آئی ہے اور اِس کے لئے سب سے اہم چیز کیا ہے رُوح کا جو دُنیا میں آنے کا خاص مقصد کیا ہے؟ اِس سلسلے میں مولانا مرتضیٰ علی علیہ الصلوٰۃ و السّلام نہج البلاغہ کے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

اوّل الدّین معرفته۔[۳] یعنی دین کا جو اصل foundation ہے، دین کی جو بنیاد ہے وہ خدا کی معرفت ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ معرفت جب تک دُنیا میں انسان آ کر عمل نہ کرے اُس کے ذریعے سے خدا کی معرفت حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اِس لئے خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے دُنیا کی حیثیت ایک اسکول کی طرح ہے جہاں ہم چیزیں سیکھتے جا رہے ہیں جو اُس سے پہلے ہم کو معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ دوسری مثال پیغمبر نے کھیتی باڑی سے دی ہے۔

الدّنیا مزرعة الآخرة۔[۴] یہ دُنیا جو ہے آخرت کے لئے کھیتی باڑی کی طرح ہے۔

کھیتی باڑی بھی کمانے کا ذریعہ ہے نا؟ اسکول جاتے ہیں وہ بھی کمانے کا ذریعہ ہے اور یہاں خدا نے انسان کو بھیجا ہے اور شروع ہی میں یہ بات آ گئی ہے کہ خدا نے انسان کو بھیجا تو ہے لیکن اندھیرے میں نہیں بھیجا ہے، بغیر اسباب کے نہیں بھیجا ہے، اگر اسکول بھیجا ہے تو بغیر teacher کے نہیں بھیجا ہے۔ تو شروع ہی سے teacher مقرر کیا ہے اِس کے لئے۔ اب اِس رُوح کو یہ اُس کے لئے time مقرر کیا ہے خدا نے کہ اتنے وقت میں آپ جاؤ اور یہ اپنے لئے یہ کمائی کر کے واپس آ جاؤ۔ آپ نے کئی فرامین میں پڑھا ہوگا کہ مولانا حاضر امام فرماتے ہیں انسان کی جسمانی زندگی جو ہے وہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، یہ ایک مخصوص وقت کے لئے time دیا جاتا ہے اور جہاں تک eternal زندگی ہے وہ رُوح کی ہے، جسم کی نہیں ہے۔ تو اِس لئے ایک خاص وقت کے لئے اُس کو بھیجا جاتا ہے۔ اب اِس سلسلے میں جو اِس دُنیا کو ہی سب کچھ اپنا سمجھتے ہیں، آخرت کو بھول جاتے ہیں، اُس سلسلے میں خدا ایک اور آیت میں فرماتا ہے، یہ آیت ہے سورہ نمبر ہے ۲۳ اور آیت نمبر ۱۱۵۔ خدا فرماتا ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (۲۳:۱۱۵)

فرماتے ہیں کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ ہم نے آپ کو جو پیدا کیا ہے وہ ایک کھیل کود کی طرح میں نے پیدا کیا ہے؟ کھیل کود جو ہے بچوں کا کام ہے، یہ خدا کا کام نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عَبَث اِس کو کھیل کود کہتے ہیں یا جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔

وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (۲۳:۱۱۵)

اور کیا تم ہماری طرف واپس نہیں بھیجے جاؤ گے؟

مطلب انسان کو واپس عالمِ امر کی طرف جانا ہے اور حساب کتاب دینا ہے اور یہ چھوٹی آیت تو آپ کو یقیناً سب کو زبانی ہوگی:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْن (۱۵۶:۲)

ہم خدا کے ہیں اور خدا کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔

اب یہ خدا کی طرف واپس ہونے کی ہمارے پیروں نے، بزرگوں نے اور چند ایک مثالیں دی ہیں، میں مختصر طور پر عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ تو ایک مثال مسافر کی دی ہے۔ میرے خیال میں گنان میں بھی ہے:

ایجی دور دیش تھی آیو ونڑ جارو

شاہ مل سودا کیجیے جی [۵]

تو دور دیش جو ہے وہ عالمِ امر کی طرف اشارہ ہے، وہاں سے ہم آئے ہیں۔ تو بہر حال جو ہے ایک مثال جو ہے انسان اِس دُنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے اور جو مسافر ہے وہ ہمیشہ سفر میں نہیں رہ سکتا ہے، اُس کو واپس اپنے گھر لوٹنا ہے۔ اِس لئے اِس کے لئے قرآنِ کریم میں ایک اور آیت note کیجئے، یہ سورہ نمبر ۲ ہے، Chapter 2 and Verse 197۔ اِس آیت میں ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (۱۹۷:۲)

کہ تم آخرت کے لئے اپنا سفر خرچ لے لو اور آخرت کے لئے بہترین سفر خرچ جو ہے وہ تقویٰ ہے، پرہیز گاری ہے۔

دوسری مثال ایک سونے والے شخص کی طرح دی گئی ہے، اور یہ خود پیغمبر کی حدیث میں ہے:

اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوْا اِسْتَيْقَظُوْا۔ لوگ جو ہیں آج سوئے پڑے ہیں اور جب وہ مَر جائیں گے تو جاگ اُٹھیں گے۔

اور اِسی کے ساتھ ساتھ تمام انسانوں میں سے جو خاص انسان ہے، انسانِ مطلق ہے یا انسانِ کامل ہے، جو خدا کا خلیفہ ہے انسان تو وہ بھی ہے لیکن یہ انسان سونے والوں میں سے نہیں ہے۔ فارسی میں کہتے ہیں: خفتہ را خفتہ کَی کند بیدار۔ جو سوئے ہوئے ہیں اُن کو سویا ہوا شخص تو جگا نہیں سکتا ہے اِس لئے ایک جاگنے والے کی بھی ضرورت ہے اور یہ جاگنے والا گنان میں ہے:

تیرا شاہ پیر کدی نہ سووے　　　　　　تجھے سونا کیوں بھاوے [۶]

تو اِس لئے سونا جو ہے، مومنین کے لئے ایک خاص شرط ہے: قلتِ طعام، قلتِ کلام اور قلتِ نیام۔ کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا۔ کہتے ہیں روحانی ترقی کے لئے یہ تین بڑی شرطیں ہیں، لیکن آپ نے دیکھا کہ پیغمبر ابھی کیا فرماتے ہیں:

تَنَامُ عَيْنَيَّ وَ لَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ [۷] میری دو آنکھیں سوتی ہیں ظاہری لحاظ سے، لیکن میرا دل کبھی نہیں سوتا۔

یہی صفت زمانے کے امام کی بھی ہے۔ امام ظاہری لحاظ سے rest ضرور کریں گے لیکن وہ امام دوسرے انسانوں کی طرح سونے والے نہیں ہیں۔ اچھا، آخری مثال جو ہے، مثالیں تو اور بھی ہیں لیکن ابھی time نہیں ہے، آخری مثال بچوں کی طرح دی ہے کہ انسان اِس دُنیا میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرح ہے اور اِس کی پرورش کی ضرورت ہے۔ پرورش کے بغیر چھوٹے بچے زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، کھائے پیے بغیر آخر انسان غریب کہاں تک زندہ رہ سکے گا؟ اِس لئے خدا نے اپنی بے پایان رحمت سے اِن جو چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے دو قسم کا بندوبست کیا ہے۔ چونکہ انسان کے اندر دو حصّے ہیں، ایک حصّہ جسمانی ہے جو سب جانتے ہیں۔ ہماری جسمانی پرورش کے لئے جسمانی ماں باپ مقرر ہیں اور اُن کو سامان مہیا کرنے کے لئے آسمان اور زمین ہیں۔ آسمان سے پانی نیچے گرتا ہے بارش کی صورت میں، برف کی صورت میں، اور نیچے زمین جو ہے پھل، fruit، دوسرے تمام ذرائع جو ہیں وہ انسان کے جسم کے لئے تیار کرتی ہیں۔ ماں باپ اُن کو کھاتے ہیں اور پھر بچوں کو کھلاتے جا رہے ہیں تو اِس جسمانی پرورش کے نتیجے میں وہ بچہ، ماں باپ کی طرح بن جاتا ہے۔ جب جوان ہوتا ہے تو پھر ماں باپ کی پرورش سے وہ جوان بن جاتا ہے۔ اِسی طرح خدا نے انسان کو جو روحانی position دی ہے جس کے اندر دو حصّے ہیں۔ ایک نفسِ ناطقہ ہے اور اِس کے ساتھ عقل ہے، عقلِ غریزی innate intellect جس کو کہتے ہیں۔ یہ دونوں روحانی ہیں، اِن دونوں روحانی چیزوں کی تربیت کے لئے خدا نے روحانی ماں باپ مقرر کئے ہیں اور یہ روحانی ماں باپ حضرتِ آدم علیہ السّلام کے زمانے سے شروع ہوتے ہیں۔ حضرتِ آدم اکیلے نہیں تھے، جب انسانیت کا سلسلہ چلا تو حضرتِ آدم کے ساتھ حضرتِ حوّا بھی تھیں اور حضرتِ آدم اور حضرتِ حوّا دونوں سے بنی آدم، بنی بچوں کو کہتے ہیں عربی میں۔ آدم اور حوّا کے بچوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب یہ آدم اور حوّا کا کیا ہے؟ کئی مثالیں ہیں اور دین میں آدم کو حضرتِ ناطق کہتے ہیں یعنی اسماعیلی مذہب میں جو حدودِ دین ہیں اُس میں ناطق جو ہے خدا کی طرف سے اُن کو تنزیل آتی ہے، ظاہری احکامات آتے ہیں خدا کی طرف سے۔ اور جو حوّا ہے، حضرتِ حوّا، اُن کا جو اساس ہے وہ تاویل کا کام کرتا ہے۔ تو ناطق اور اساس مومنین کی روحانی تربیت کر کے اپنا جیسا بناتے ہیں۔

سوال شروع میں یہ تھا کہ کیوں ہونا چاہئے یہ necessity ہمیشہ؟ یہ necessity اِس لئے ہونی چاہئے کہ انسان کے اندر خدا نے جو رُوح اور عقل دی ہے اُس کی تربیت کوئی عام آدمی نہیں کر سکتا ہے، وہ ایک ایسی ہستی یہ تربیت کر سکتی ہے جس میں خدا نے اپنی رُوح ڈالی ہے:

وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (۲۹:۱۵)

خدا فرماتا ہے کہ میں نے حضرتِ آدم کے اندر اپنی رُوح ڈالی، یہ خاص رُوح کی بات ہے اور اُس کے ساتھ:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (۳۱:۲)

اور خدا نے تمام اسماء کی اُس کو تعلیم دی۔

کُل کی جو اہمیت ہے میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے، یہ کوئی ایک دو aspect کی بات نہیں ہے، کُل کی بات ہے۔ تو پھر روحانی تربیت ایک ایسی ہستی کر سکتی ہے جو بیک وقت ہمیشہ بیدار ہونے کی وجہ سے وہ عالمِ روحانیت میں بھی ہے اور انسان کی حیثیت سے وہ جسمانی دُنیا میں بھی ہے۔ تو کچھ حضرات کا یہ قول ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ آپ سوچ لیجئے اگر آدم کو سجدہ کرنا شرک ہے تو یہ حکم کس نے دیا؟ یہ شرک کا حکم خدا ہی نے دیا۔ اگر خدا ہی شرک کراتا ہے تو اُس پر سزا کیوں؟ قرآن میں ہے کہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے شرک، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آدم صرف ظاہری انسان نہیں تھے، اُس کے اندر خدا کی رُوح تھی، خدا کا نور تھا اور خدا نے جب فرمایا فرشتوں کے لئے آدم کے لئے سجدہ کرو تو یہ جسم کے لئے نہیں تھا۔ وہ جو اُلوہی طاقت تھی، وہ جو اُلوہی خدائی پہلو تھا اُس کے لئے سجدہ کرنے کی بات تھی۔ اِس لئے خدا نے کوئی شرک کی تعلیم نہیں دی ہے، یہ توحید کی تعلیم ہے کہ توحید میں کیا ہوتا ہے، رُوح کی حقیقت جب انسان سمجھتا ہے وہ ایک حقیقت بن جاتی ہے۔ تو اِس لئے پیغمبر نے فرمایا مولانا مرتضیٰ علی سے:

اَنَا وَ اَنۡتَ یَا عَلِی اَبَوَا الۡمُؤۡمِنِیۡن۔ [۸] ابوا کے معنی ہیں ماں باپ۔ یا علی! میں اور آپ مومنین کے ماں باپ ہیں۔

دوسری حدیث میں آیا ہے:

اَنَا وَ اَنۡتَ یَا عَلِی اَبَوَا هٰذِهِ الۡاُمَّة۔ یا علی! آپ اور میں اِس اُمّت کے ماں باپ ہیں۔

تو یہ ماں باپ کی ضرورت تربیت کی خاطر ہے، پرورش کی خاطر ہے، کہ جس طرح انسان جسمانی طور پر ماں باپ کی تربیت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے روحانی لحاظ سے جس کو امام کی تربیت نہ ہو، ناطق اور اساس کی تربیت نہ ہو یا ناطق اور اساس

کے بعد، پیغمبر کے بعد، امام اور حجت یا پیر، اُن کی تربیت نہ ہو تو وہ روحانی طور پر مَر جاتا ہے۔ جسمانی طور پر تو زندہ ہیں، کھاتے پیتے ہیں اچھی طرح سے، لٹکتے مٹکتے چل رہے ہیں لیکن روحانی لحاظ سے وہ مَر جاتے ہیں۔ اِس لئے پیغمبر نے کیا فرمایا؟

مَنْ مَّاتَ وَ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً وَ الْجَاھِلُ فِی النَّارِ۔ [۹] جو شخص مَر جائے اور اپنے زمانے کے امام کی معرفت، شناخت حاصل نہ کر سکے تو وہ جاہلیت کی موت مَر جاتا ہے اور جاہل آتشِ دوزخ یعنی آتشِ جہالت اور نادانی میں ہے ہمیشہ کے لئے۔ اب یہ جہالت کیا ہے؟ امام جعفر الصّادق نے اِس کی مزید وضاحت فرمائی:

الجاھلیۃ جاھلیتان: جاھلیۃ کفر و جاھلیۃ ضلالۃ۔ [۱۰] کہ جاہلیت دو قسم کی ہے۔ جب پیغمبر دُنیا میں آیا تو لوگوں کو پیغمبر کی شناخت نہیں تھی، اِس کو جاہلیت الکُفر کہتے ہیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد جاہلیت الضلالہ، دوسری جہالت گمراہی کی ہے یعنی گمراہی سے مطلب جو زمانے کے امام کی شناخت حاصل نہ کرے وہ گمراہی ہے اور یہ حدیث بھی تقریباً تمام اہلِ اسلام میں پائی جاتی ہے اور یہ حدیث اگر آپ سُنّی sources میں دیکھنا چاہیں تو "لُغات الحدیث"۔ لُغات الحدیث چار جِلدوں میں ہے، یہ تیسرے جِلد میں اِس حدیث کا حوالہ پایا جاتا ہے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ امام کی necessity کیوں ہے، امام کی necessity اِس لئے ہے کہ انسانی عقل اور رُوح کی تربیت کے بغیر انسان صحیح معنوں میں زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ اِس لئے اُن کی تربیت کے لئے خدا نے اُن کو مقرر کیا ہے تاکہ وہ انسان کو عقلی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے تربیت دے کر اُن کو زندہ کرے۔ اُس کی بہترین مثال جو ہے حضرتِ سلمانِ فارسی کی ہے۔ تو کیا ہوا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہ جو انسانِ کامل ہے، خلیفۂ خدا ہے اُس کی کیا position ہے؟ کامل فی ذاتہ و مکمل لغیرہ۔ وہ اپنی ذات میں کامل ہے لیکن جو اُس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، اُن کے فرمان کے مطابق چلتے ہیں تو اُن کو بھی کامل بناتا ہے۔

تو یہ انسانی روحیں جو دُنیا میں آئی ہیں معرفت کی خاطر تو جب امام کی پہچان ہو تو اُس پہچان کے ذریعے سے انسان کو اپنی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو یہ مقصد ہے، اِس لئے دُنیا میں امام کا وجود جو ہے ہمیشہ حاضر اور ناظر ہے اور میں نے ذکر کیا جس طرح پیغمبر کے زمانے سے آپ کو، پھر اُس کی مخالفت کرنے والے بھی دُنیا میں ہوں گے، یہ جو ہے وہ ایک بہت بڑی روحانی جنگ ہے لیکن اُس جنگ میں جو امام کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں تو بالآخر خدا نے فرمایا کہ میرے مومنین جو ہیں وہ غالب آنے والے ہیں، اُن کو روحانی طور پر فتح اور فیروزمندی ہونے والی ہے۔ میرے خیال میں یہاں کافی time ہو چکا ہے، زیادہ time لینے کے لئے معذرت۔ چونکہ یہ مضمون بہت وسیع مضمون ہے اور بہت شاندار مضمون ہے، یہ مضمون جو ہے

ہمارے اسماعیلی مذہب کا essence ہے۔ تو اِس لئے مولانا سلطان محمد شاہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ: جس نے علی اور نبی کی آل سے محبت کی اُس کے اندر دین کی ساری خوبیاں آجاتی ہیں۔[۱۱]

یہ اِس معرفت کی وجہ سے اِس طرح ہے۔ مولا ہم سب کی دستگیری فرمائے اور مدد دے۔ آمین، یاربّ العٰلمین۔

Transcribed by: Meherangez Azeem Ali

Proofread/Edited by: Azeem Ali Lakhani

Karachi, Pakistan. 25th December, 2022.

حواشی

[۱]: خواجہ نصیرالدّین طوسی، روضۂ تسلیم، تصحیح: سید جلال حسینی بدخشانی، شائع کردہ Institute of Ismaili Studies (لندن، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۱۲

[۲]: مفہوم از ''اصولِ دین'' فرمان از امام سلطان محمد شاہ، دارالسلام، ۲۹ ستمبر ۱۸۹۹ء، شائع کردہ ہز ہائنس پرنس آغا خان شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان، کراچی، بعنوان: ''روحانی روشنی''، ص ۷

[۳]: حضرت مولا مرتضیٰ علی، نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱

[۴]: علامہ نصیرالدین نصیر ہونزائی، قرآنی علاج، ص ۱۱۹

[۵]: گنان از پیر حسن شاہ، ملاحظہ ہو کتاب: Ginan-e-Sharif: Our Wonderful Tradition، شائع کردہ: ہز ہائنس پرنس آغا خان شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے کینیڈا، ص ۲۲، نیز دیکھئے: گنان شریف مع ترجمہ والفاظ معانی، حصۂ دوم، شائع کردہ: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان (کراچی، ۱۹۹۲ء)، ص ۹۷

[۶]: گنان: ''اُٹھ بیٹھ رے کیا سوتا''، از سید امام شاہ، ملاحظہ ہو کتاب: گنان شریف مع ترجمہ والفاظ معانی، حصۂ دوم، شائع کردہ: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان (کراچی، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۱۵

[۷]: علامہ نصیرالدین نصیر ہونزائی، سراج القلوب، ص ۲۴

[۸]: علامہ نصیرالدین نصیر ہونزائی، ہزار حکمت، حکمت نمبر ۸۱

[۹]: علامہ نصیرالدین نصیر ہونزائی، ہزار حکمت، حکمت نمبر ۱۱۲ اور ۱۱۴

[۱۰]: فہارس المجالس المؤیدیہ،۱-۳ (کراچی،۲۰۱۹ء) ص ۵۴

[۱۱]: مفہومِ فرمان از امام سلطان محمد شاہ، دارالسلام، ۳، فروری ۱۹۳۷ء، شائع کردہ: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان، کراچی، بعنوان: ''روحانی راز''، ص ۵۰